ماہنامہ
# اخبار احمدیہ
جرمنی
دسمبر 2023ء جلد نمبر 24 شمارہ نمبر 12

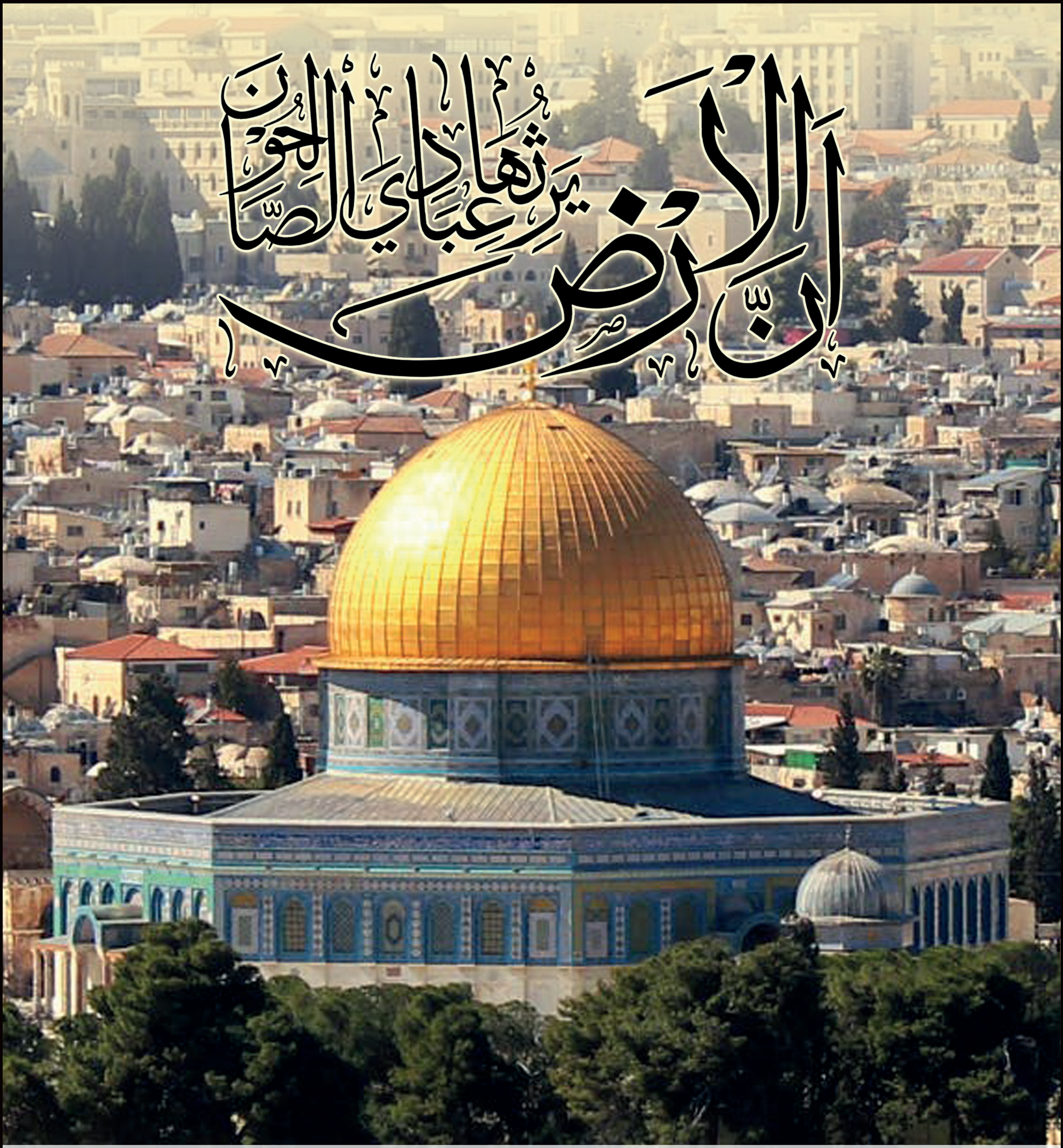


لازماً موعود زمین کو میرے صالح بندے ہی ورثہ میں پائیں گے۔ (الانبیاء:106)

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام شاملین جلسہ کے لیے دعا کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”ہر یک صاحب جو اس لِلّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے۔ اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرماوے۔ اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔ اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتامِ سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے، آمین ثم آمین“۔

(اشتہار 7؍دسمبر 1892ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 362،361)

امسال جلسہ سالانہ قادیان بتاریخ 29 تا 31؍دسمبر 2023ء منعقد ہو رہا ہے جس کے اختتامی اجلاس سے سیّدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطاب فرمائیں گے، ان شاء اللہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار

ایک طویل عرصہ سے ارضِ مقدّس فلسطین پر مسلمانوں کے خون کے ساتھ ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ ہاں وہی سادہ لوح مسلمان جنہوں نے یہودیوں کے ساتھ ہمدردی دکھاتے ہوئے انہیں اپنے ہاں اُس وقت پناہ دی تھی جب ہر علاقہ میں زمین ان پر تنگ کر دی گئی تھی۔ یوں تو کچھ عرصہ بعد ہی یہود کے سیاسی مقاصد ظاہر ہونے لگے تھے مگر بڑی طاقتوں کی پشت پناہی کی وجہ سے یہودی ریاست اسرائیل نے اپنے قدم اس خطہ میں اس طرح جما لئے تھے کہ مسلمان ان کے شکنجہ میں بُری طرح پھنس کر رہ گئے۔

ایسے میں جماعت احمدیہ جس کے دل میں اُمّتِ مرحومہ کے لئے سچا درد ہے، ہر موقع اور ہر مرحلہ پر ہر ممکن رہنمائی اور مدد کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ اس پر جماعت احمدیہ کا لٹریچر بھی گواہ ہے اور اقوامِ متحدہ کا ریکارڈ بھی۔ ان حالات کا آغاز ہوا تو خلافتِ ثانیہ کا عہد مبارک تھا، چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مختلف تقاریر، تصانیف اور سفارتی کوششوں کے ذریعہ عربوں کو صہیونی خطرات سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ ان سے بچنے کی تدابیر بھی سمجھائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی جماعت کے لوگوں کو ان کے لئے دعاؤں کی تحریک فرماتے رہے کہ آخر یہ مسلمان ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کا دعویٰ تو کرتے ہیں!

خلافتِ ثالثہ کے دور میں بھی دو مرتبہ فلسطین پر جنگی مظالم ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت کو بار بار دعاؤں کی تحریک فرمائی کہ اس کے علاوہ ہم کر بھی کیا سکتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے عہد خلافت میں جب کبھی ان مظالم کی آگ بھڑکائی گئی، آپؒ دُکھے ہوئے دل کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پڑھتے ہوئے ان فلسطینی بھائیوں کے لئے دعا کی تحریک ہمیں فرمایا کرتے تھے۔

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار
کآخر کنند دعوئِ حُبّ پیمبرم

اے دل! تو ان کا بھی خیال رکھ، آخر وہ میرے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبّت کا دعویٰ تو کرتے ہیں۔ آج پھر ان فلسطینی معصوم مسلمانوں پر قیامت ڈھائی جا رہی ہے تو روزِ اوّل سے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ساری جماعت کو ان مظلوموں کے لئے دعاؤں کی بار بار تحریک فرما رہے ہیں کہ ہمارے اختیار میں صرف اور صرف واحد دعا کا ہتھیار ہے۔ جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں دجّال کا مقابلہ صرف اور صرف دعا کے ساتھ ہو سکے گا۔ یہ ایسا ہتھیار ہے جو سب مادی ہتھیاروں سے طاقتور اور مؤثر ہے۔ ایسا ہتھیار ہے جو دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ یہ ہتھیار خدائے حیّ وقیّوم کے فیوض کو جذب کرتا ہے جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے اور بڑی بڑی طاقتیں مغلوب ہو جاتی ہیں۔ مہدیٔ آخر الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہو گا دعا ہی کے ذریعہ سے ہو گا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوائے اَور کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں‘‘۔ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 267، ایڈیشن 2018ء)

لیکن کون سی دعا، ایسی دعا جس کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانۂ احدیت پر گرتی ہے۔ یہی دعا ایک لازوال اور ناقابل تسخیر ہتھیار ہے۔ پس چاہئے کہ ہم دعائیں کرتے ہوئے اپنے جگر خون کر دیں کہ آج اپنے مظلوم فلسطینی بھائیوں کی مدد کا یہی بہترین طریق ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اب اس زمانہ میں اگر فتح ملنی ہے، اسلام کا غلبہ ہونا ہے تو دلائل کے ساتھ ساتھ صرف دعا سے ہی یہ سب کچھ ملنا ہے۔ اور یہ وہ ہتھیار ہے جو اس زمانہ میں سوائے جماعت احمدیہ کے نہ کسی مذہب کے پاس ہے نہ کسی فرقے کے پاس ہے۔ پس ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے وہ ہتھیار دے دیا ہے جو کسی اَور کے پاس اس وقت نہیں‘‘۔ (خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 499، خطبہ جمعہ 28/ نومبر 2003ء)

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

# اخبار احمدیہ

ماہنامہ — جرمنی

جمادی الاوّل/جمادی الثانی 1445 ہجری قمری   دسمبر 2023ء   جلد نمبر 24   شمارہ نمبر 12   فتح 1402 ہجری شمسی

## فہرست مضامین

| | |
|---|---|
| 04 | قال اللہ جل جلالہ، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال المسیح الموعود علیہ السلام |
| 05 | تبرّکات: اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ |
| 06 | نظم: سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار |
| 07 | خطبہ جمعہ: فلسطینی مسلمانوں کے لیے دعاؤں کی تحریک |
| 09 | ارضِ مقدّس کے حقیقی وارث |
| 15 | معصوم اور مظلوم فلسطینیوں پر ہونے والے المناک مظالم |
| 23 | ارضِ مقدّسہ پر قبضہ کی تاریخ |
| 26 | تعارف کتب: اَلۡکُفۡرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ |
| 27 | دنیا کی تاریخ کا ایک اہم لمحہ |
| 31 | ’’کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت‘‘ |
| 33 | کزنز کی باہمی شادی، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں |
| 35 | پہلا ریفریشر کورس مربّیان وواقفینِ زندگی جرمنی |
| 36 | یادیں جلسہ سالانہ ربوہ کی |
| 39 | جماعتی سرگرمیاں: سالانہ تقریب تقسیم انعامات 2023ء |
| 41 | جماعتی سرگرمیاں: مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ جرمنی 2023ء |
| 42 | دلچسپ سائنسی خبریں: محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی |
| 43 | حالاتِ حاضرہ: ملکی وعالمی خبریں |
| 44 | تاریخ جرمنی |
| 45 | ادبی صفحہ: رسالہ ’’ساقی‘‘ کا پہلا اداریہ |
| 46 | یادِ رفتگاں: ’’یار قُدسی تُو سُوئے عدم چل دیا‘‘ |
| 48 | اعلاناتِ وفات: بلانے والا ہے سب سے پیارا |

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ وگزشتہ شمارے اخبار احمدیہ جرمنی کی ویب سائٹ
www.akhbareahmadiyya.de
پر بھی پڑھے جاسکتے ہیں

## مجلس ادارت

**سرپرست**
محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

**مدیرِ اعلیٰ**
محمد الیاس منیر

**مدیران**
فیروز ادیب اکمل، مدبّر احمد خان

**معاونین**
سلطان احمد قمر، سیّد سعادت احمد

**پروف ریڈنگ**
عبدالرحمٰن مبشر، سیّد افتخار احمد

**ڈیزائننگ وکمپوزنگ**
مرزا لطف القدوس، آفاق احمد زاہد، طارق محمود

**سرِ ورق**
احسان اللہ ظفر

**کیلیگرافی**
سعید اللہ خان

**مینیجر**
سیّد افتخار احمد

**اعزازی اراکین**
محمد انیس دیالگڑھی، منور علی شاہد، صادق محمد طاہر

**پتہ**
شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی
Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722

PRINTER: RANA PRINT
HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN

07

31

04

27

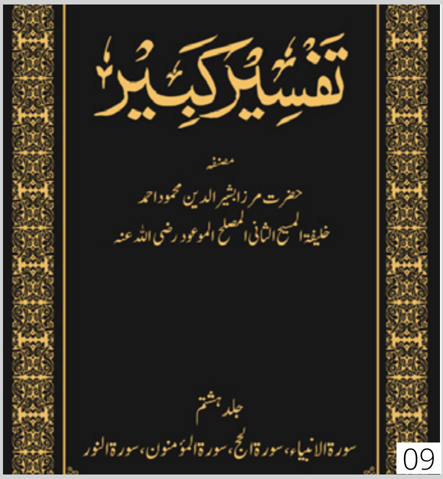

09

ھو الناصر
الکفر ملۃ واحدۃ
از حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ
26

15

33

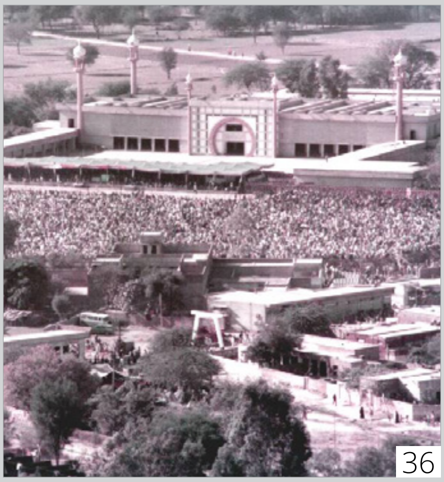
36

43

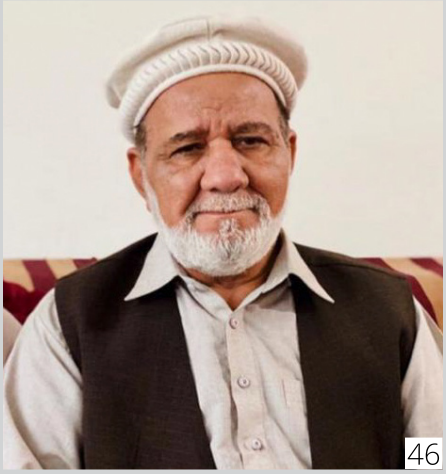
46

39

## قال اللہ جل جلالہ

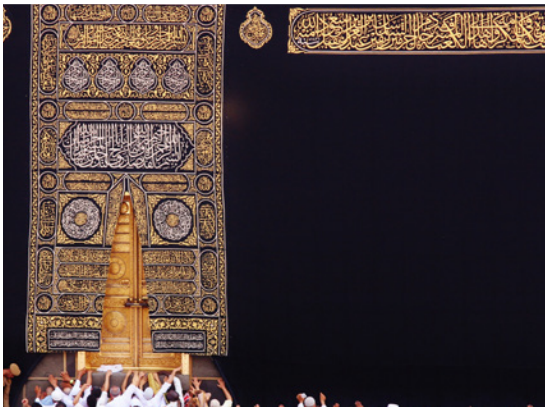

اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰہِ یُوۡرِثُہَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ ؕ وَ الۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ

(الاعراف:129)

یقیناً مُلک اللہ ہی کا ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا اس کا وارث بنادے گا اور عاقبت متقیوں کی ہی ہوا کرتی ہے۔

## قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ، قَالَ: تَذَاكَرْنَا وَنَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ مَسْجِدُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَوْ مَسْجِدُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ فِيهِ، وَلَنِعْمَ الْمُصَلَّى، وَلَيُوشِكَنَّ أَنْ لَا يَكُونَ لِلرَّجُلِ مِثْلُ شَطَنِ فَرَسِهِ مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ يَرَى مِنْهُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا أَوْ قَالَ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔ (المستدرک للحاکم جلد 6 صفحہ 664)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے یہ گفتگو کر رہے تھے مسجد نبوی افضل ہے کہ مسجد بیت المقدس؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز بیت المقدس میں پڑھی گئی چار نمازوں کے برابر ہے، ویسے وہ نماز پڑھنے کی بہترین جگہ ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ ایک مومن کے لیے اتنی جگہ بھی ملنا مشکل ہوگا کہ وہ وہاں سے بیت المقدس کو دیکھ لے، اگر صرف اتنی جگہ بھی مل گئی تو وہ اس کے نزدیک دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔

## قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الارض سے مراد جو شام کی سرزمین ہے یہ صالحین کا ورثہ ہے اور جو اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ خداتعالیٰ نے یرثھا فرمایا یملکھا نہیں فرمایا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وارث اس کے مسلمان ہی رہیں گے اور اگر یہ کسی اور کے قبضہ میں کسی وقت چلی بھی جاوے تو وہ قبضہ اس قسم کا ہوگا جیسے راہن اپنی چیز کا قبضہ مرتہن کو دے دیتا ہے یہ خداتعالیٰ کی پیشگوئی کی عظمت ہے۔ ارض شام چونکہ انبیاء کی سرزمین ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کی بے حرمتی نہیں کرنا چاہتا کہ وہ غیروں کی میراث ہو۔‘‘

(الحکم جلد 6 نمبر 40 مورخہ 10 نومبر 1902ءصفحہ 7)

## سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

’’یہ آیت صاف صاف پکار رہی ہے کہ اسلامی خلافت دائمی ہے اس لئے کہ یَرِثُھَا کالفظ دوام کو چاہتا ہے۔ وجہ یہ کہ اگر آخری نوبت فاسقوں کی ہو تو زمین کے وارث وہی قرار پائیں گے نہ کہ صالح اور سب کا وارث وہی ہوتا ہے جو سب کے بعد ہو‘‘۔

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 354)

## حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

’’یہود ہمیشہ اپنے تئیں یہ سمجھتے تھے کہ ہم ابراہیمؑ کے فرزند ہیں اور خدا نے ہم میں سے ایک بڑا سلسلہ انبیاء علیہم السلام اور ملوک کا پیدا کیا اور خدا تعالیٰ کے ہر قسم کے فضل وکرم کے وارث اور ٹھیکیدار ہم ہی ہیں۔ لیکن انہوں نے اس امر کے سمجھنے میں سخت غلطی کھائی کہ خدا تعالیٰ کے فضل کا انحصار اور اس کی رحمت وبرکت کا مدار کسی کی قرابت پر ہے۔ حالانکہ خدا کے نزدیک صرف ایک اور صرف ایک ہی بات تھی اور ہے جو اس کی نصرت، تائید اور اس کے فضل و کرم کا موجب رہی ہے اور وہ بات قوموں کے درمیان صلاح وتقویٰ ہے۔ مدتوں اس سے پہلے خدا فرما چکا تھا کہ جب بنی اسرائیل اس اصل کو چھوڑ دیں گے اور صلاح وتقویٰ سے دور جا پڑیں گے خدا تعالیٰ کے فضل ورحمت کے وارث نہ رہیں گے اور ایک اور قوم پیدا کی جاوے گی جو متقی ہوں گے اور اس وعدہ کی زمین کے، جس کے لئے قوم تڑپتی تھی، ہاں اسی ارضِ مقدس یعنی زمین شام کے وارث وہ بنیں گے‘‘۔ (خطبات نور صفحہ 40،41)

## حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

’’یہود اگر فلسطین میں مستقل طور پر رہنا چاہتے ہیں تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ وہ صالحین میں شامل ہو جائیں۔ خدا تعالیٰ کو ان سے کوئی دشمنی نہیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اگر وہ صالح بن جائیں تو وہ اس ملک میں رَہ سکتے ہیں۔ لیکن قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ صالح کی تشریح میں فرماتا ہے کہ جو لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں وہ صالح اور شہید اور صدیق وغیرہ کا مقام پائیں گے۔ پس صالح بننے کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی سچی پیروی ضروری ہے۔ اگر یہود محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس ملک میں قائم رکھے گا اور وہ اسی طرح مسلمانوں کے بھائی ہونگے جس طرح اسحاقؑ اسماعیلؑ کا بھائی تھا۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ وہ ہمت کرکے خدا تعالیٰ کے قانون کو اپنی تائید میں نہ بنالیں‘‘۔

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 594-595)

## حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

’’اس وقت مشرقِ وسطیٰ کے مسلمان خود حفاظتی میں لڑائی لڑنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ جان ومال کی حفاظت کے لئے اسلام میں جنگ کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ یہ خالص دینی جنگ تو نہیں مگر خود حفاظتی کی جنگ بھی اسلام میں جہاد ہی ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم بہت دعا کریں اور بہت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے۔ مجھے تو اس فکر میں رات کو نیند بھی ٹھیک طرح نہیں آئی۔ اور قریباً ساری رات ہی دعا میں گزری۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے یورپین اقوام کو بہت طاقت دی ہوئی ہے لیکن اسے یہ طاقت بھی ہے کہ وہ ان کو اس طاقت کے غلط استعمال سے روک دے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ بہت بہت دعا سے کام لیں‘‘۔ (الفضل 8 جون 1967ء صفحہ 1)

## حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

’’اسرائیل کی تباہی یا بقا کا فیصلہ اگرچہ آسمان پر ہوگا لیکن اگر یہود کے معتدل مزاج اور امن پسند عناصر، انتہاء پسند صیہونیوں پر غلبہ حاصل کرلیں اور ان کی سرشت میں داخل بہیمانہ انتقام پسندی کے پنجے کاٹ دیں اور بحیثیت قوم، یہود یہ انقلابی فیصلہ کرلیں کہ مسلمان ہوں یا عیسائی ہر دوسری قوم سے انصاف بلکہ احسان کا معاملہ کریں گے تو میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ جیسا کہ قرآنِ کریم میں وعدہ ہے اللہ تعالیٰ ان سے احسان کا سلوک فرمائے گا اور مسلمان بھی ان کے ساتھ عدل و احسان کا سلوک کریں گے‘‘۔

(خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 225)

## حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

’’بیت المقدس کئی صدیوں تک مسلمانوں کے قبضے میں رہا، اس کے بعد مسلمانوں کی اپنی کمزوریوں اور غلطیوں کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے نکل گیا...بیت المقدس کا بہرحال ایک مقام ہے۔ لیکن اس کا مقام مکہ اور مدینہ کے بعد ہے۔ بیت المقدس چونکہ پہلے قبلہ تھا بعد میں تحویلِ قبلہ کا حکم آ گیا تو اس حکم کے ساتھ بیت المقدس کا پہلا والا مقام نہیں رہا۔ بلکہ مدینہ منورہ کا مقام بڑا ہوگیا.....انبیاء کی یہ مقدس جگہ پھر مسلمانوں کے قبضے میں آئے گی مگر جنگوں سے نہیں بلکہ دعاؤں سے۔ وہ فتح مومنوں کی دعاؤں سے ہوگی۔ اس لئے جتنے زیادہ مومن ہوں گے دعائیں کریں گے اور حق اللہ اور حق العباد ادا کرنے والے ہوں گے اتنی جلدی ان کا قبضہ ہوجائے گا۔ بہرحال یہ مقدس جگہ ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کریں‘‘۔

(الفضل انٹرنیشنل 26 جولائی تا 8 اگست 2022ء صفحہ 38)

# سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار

ہاتھ میں تیرے ہے ہر خسران و نفع و عُسر و یُسر
تو ہی کرتا ہے کسی کو بے نوا یا بختیار

جس کو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو
جس کو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کر کے خوار

فانیوں کی جاہ و حشمت پر بلا آوے ہزار
سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار

عزّت و ذِلّت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار

اے مرے پیارے فِدا ہو تجھ پہ ہر ذرّہ مرا
پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار

فضل کے ہاتھوں سے اب اِس وقت کر میری مدد
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اِس طوفاں سے پار

دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضعفِ دینِ مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سُلطاں کامیاب و کامگار

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اِس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار

قوم میں فِسق و فجور و معصیت کا زور ہے
چھا رہا ہے اَبرِ یاس اور رات ہے تاریک و تار

ایک عالَم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار

اب نہیں ہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا
رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہوویں رستگار

کس طرح نپٹیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں
بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سُو ہر کنار

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آمرے اے ناخدا
آ گیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار

(انتخاب از درِّثمین ''مناجات اور تبلیغ حق'')

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

# فلسطینی مسلمانوں کے لیے دعاؤں کی تحریک

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 13 اکتوبر 2023ء میں فلسطینی مسلمانوں کے لیے دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

آجکل کے دنیا کے حالات جو ہیں ان کے بارے میں اس وقت میں ایک دعا کے لیے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ گذشتہ چند دنوں سے حماس اور اسرائیل کی جنگ چل رہی ہے جس کی وجہ سے اب دونوں طرف کے شہری عورتیں، بچے، بوڑھے بلا امتیاز مارے جا رہے ہیں یا مارے گئے ہیں۔ اسلام تو جنگی حالات میں بھی عورتوں بچوں اور کسی طرح بھی جنگ میں حصّہ نہ لینے والوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتا اور اس بات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی سے ہدایت بھی فرمائی ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی دعاء المشرکین حدیث 2614)

دنیا یہ کہہ رہی ہے اور حقائق بھی کچھ ایسے ہیں کہ اس جنگ میں پہل حماس نے کی اور اسرائیلی شہریوں کے بلاامتیاز قتل کے مرتکب ہوئے۔ قطع نظر اس کے کہ اسرائیلی فوج پہلے اس طرح کتنے معصوموں کو فلسطینیوں کو قتل کرتی رہی ہے مسلمانوں کو بہرحال اسلامی تعلیم کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اسرائیلی فوجوں نے جو کیا، وہ ان کا فعل ہے اور اس کے حل کرنے کے اَور طریقے تھے۔ اگر کوئی جائز لڑائی ہے تو فوج سے تو ہوسکتی ہے، عورتوں بچوں اور بے ضرر لوگوں سے نہیں۔ بہرحال اس لحاظ سے حماس نے جو غلط قدم اُٹھایا وہ غلط تھا۔ اس کا نقصان زیادہ ہوا فائدہ کم۔ یہ جو بھی تھا اس کی سزا یا اس سے جنگ حماس تک ہی محدود رہنی چاہیے تھی۔ اصل جرأت اور بہادری تو یہ ہے کہ یہ ردِّعمل ہوتا۔

لیکن اب جو اسرائیل کی حکومت کر رہی ہے وہ بھی بہت خطرناک ہے اور یہ معاملہ اب لگتا ہے کہ رُکے گا نہیں۔ کتنی بے حساب جانیں معصوم لوگوں اور عورتوں اور بچوں کی ضائع ہوں گی اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسرائیلی حکومت کا تو یہ اعلان تھا کہ ہم غزہ کو بالکل مٹا دیں گے اور اس کے لیے بے شمار، بے تحاشا بمبارمنٹ (bombardment) انہوں نے کی شہر راکھ کا ڈھیر ہی کر دیا۔ اب نئی صورت یہ پیدا ہوئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک ملین سے زیادہ لوگ غزہ سے نکل جائیں۔ کچھ اس میں سے نکلنے بھی شروع ہو گئے ہیں۔ اس پر شکر ہے کہ مری مری آواز سے ہی سہی لیکن کچھ آواز تو یواین (UN) والوں کی طرف سے نکلی ہے کہ یہ انسانی حقوق کی پامالی ہے اور یہ غلط ہو گا اور اس سے بہت مشکلات پیدا ہوں گی اور اسرائیل کو اپنے اس حکم پہ سوچنا چاہیے۔ بجائے اس کے کہ سختی سے اس کو کہیں کہ یہ غلط ہے۔ ابھی بھی درخواست ہی کر رہے ہیں۔

بہرحال ان معصوموں کا کوئی قصور نہیں جو جنگ نہیں کر رہے۔ اگر دنیا اسرائیلی عورتوں بچوں اور عام شہری کو معصوم سمجھتی ہے تو یہ فلسطینی بھی معصوم ہیں۔ ان اہلِ کتاب کی تو اپنی تعلیم بھی یہ کہتی ہے کہ اس طرح قتل و غارت جائز نہیں ہے۔ مسلمانوں پر اگر الزام ہے کہ انہوں نے غلط کیا تو یہ لوگ اپنے گریبان میں بھی جھانکیں۔ بہرحال ہمیں بہت دعا کی ضرورت ہے۔

فلسطین کے سفیر نے یہاں ٹی وی میں غالباً بی بی سی کو انٹرویو دیا اور سوال کرنے والے کے جواب میں کہا کہ حماس ایک militant گروپ ہے، حکومت نہیں ہے اور فلسطین کی حکومت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن ساتھ ہی یہ سوال بھی اٹھایا اور ان کی یہ بات درست

ہے کہ اگر حقیقی انصاف قائم کیا جاتا تو یہ باتیں نہ ہوتیں۔ اگر بڑی طاقتیں اپنے دوہرے معیار نہ رکھتیں یا نہ رکھیں تو اس قسم کی بدامنی اور جنگیں دنیا میں ہو ہی نہیں سکتیں۔ پس ان دوہرے معیاروں کو ختم کرو تو جنگیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ یہی باتیں میں اسلام کی تعلیم کی روشنی میں ایک عرصے سے کہہ رہا ہوں لیکن سامنے تو یہ کہتے ہیں ٹھیک ہے ٹھیک ہے لیکن عمل کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

اب تمام بڑی طاقتیں یا مغربی طاقتیں انصاف کو ایک طرف کر کے فلسطینیوں پر سختی کے لیے اکٹھی ہو رہی ہیں اور ہر طرف سے فوجوں کے بھجوانے کی باتیں ہو رہی ہیں اور مظلوموں کی تصویریں دکھائی جاتی ہیں کہ اس طرح ظلم ہو رہا ہے۔ غلط سلط رپورٹیں میڈیا میں دکھائی جاتی ہیں اور آ جاتی ہیں، ایک دن یہ خبر آتی ہے کہ اسرائیلی عورتوں اور بچوں کا یہ حشر ہو رہا ہے، ان کی یہ بُری حالت ہو رہی ہے۔ اگلے دن پتہ چلتا ہے کہ وہ اسرائیلی نہیں تھے وہ تو فلسطینی تھے لیکن اس کی میڈیا میں کوئی معذرت نہیں ہوتی اور کوئی ہمدردی کا لفظ ان کے لیے نہیں کہا جاتا۔

یہ لوگ جس کی لاٹھی اس کی بھینس پر عمل کرتے ہیں۔ جن کے ہاتھ میں دنیا کی معیشت ہے ان کے آگے ہی انہوں نے جھکنا ہے۔ اگر جائزہ لیا جائے تو لگتا ہے کہ بڑی طاقتیں جنگ بھڑکانے پر تُلی ہوئی ہیں بجائے اس کو ٹھنڈا کرنے کے۔ یہ لوگ جنگ ختم کرنا نہیں چاہتے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جنگوں کے خاتمے کے لیے بڑی طاقتوں نے لیگ آف نیشنز بنائی لیکن انصاف کے تقاضے پورے نہ کرنے اور اپنی برتری قائم رکھنے کی وجہ سے یہ ناکام ہو گئی اور دوسری جنگ عظیم ہوئی اور کہتے ہیں سات کروڑ سے زیادہ جانیں ضائع ہوئیں۔ اب یہی حال یو این (UN) کا ہو رہا ہے۔ بنائی تو اس لیے گئی تھی کہ دنیا میں انصاف قائم کیا جائے گا اور مظلوم کا ساتھ دیا جائے گا۔ جنگوں کے خاتمے کی کوشش کی جائے گی لیکن ان باتوں کا دُور دُور تک پتہ نہیں۔ اپنے مفادات کو ہی ہر کوئی دیکھ رہا ہے۔ اب جو اس بے انصافی کی وجہ سے جنگ ہو گی اس کے نقصان کا تصور ہی عام آدمی نہیں کر سکتا اور یہ سب بڑی طاقتوں کو پتہ ہے کہ کتنا شدید نقصان ہو گا لیکن پھر بھی انصاف قائم کرنے پر کوئی توجہ نہیں ہے اور توجہ دینے پر کوئی تیار بھی نہیں ہے۔

ایسے حالات میں مسلمان ملکوں کو کم از کم ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ اپنے اختلافات مٹا کر اپنی وحدت کو قائم کرنا چاہیے۔

اگر مسلمانوں کو یہ ہدایت اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے تعلقات بہتر کرنے کے لیے دی ہے کہ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمۡ (آل عمران:65) اس کلمے کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو مسلمان جن کا کلمہ مکمل طور پر ایک ہے کیوں اختلافات ختم کر کے اکٹھے نہیں ہو سکتے؟ پس سوچیں اور اپنی وحدت کو قائم کریں اور یہی دنیا سے فساد دُور کرنے کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اور پھر ایک ہو کر انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے ہر جگہ مظلوم کے حقوق قائم کرنے کے لیے بھرپور آواز اٹھائیں۔ ایک ہوں گے، وحدت ہو گی تو آواز میں بھی طاقت ہو گی ورنہ معصوم مسلمانوں کی جانوں کے ضائع ہونے کے یہ لوگ ذمہ دار ہوں گے، مسلمان حکومتیں ذمہ دار ہوں گی۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے اور یہ ان طاقتوں کا کام ہے رکھیں کہ ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرو۔ (صحیح البخاری کتاب المظالم بَابُ اَعِنْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا حدیث 2443)

پس اس اہم بات کو سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمان حکومتوں کو بھی عقل اور سمجھ دے اور وہ ایک ہو کر انصاف قائم کرنے والے بنیں اور دنیا کی طاقتوں کو بھی عقل اور سمجھ دے کہ دنیا کو تباہی میں ڈالنے کی بجائے دنیا کو تباہی سے بچانے کی کوشش کریں اور اپنی اناؤں کی تسکین کو اپنا مقصد نہ بنائیں۔ ہمیشہ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جب تباہی ہو گی تو یہ طاقتیں بھی محفوظ نہیں رہیں گی۔ بہر حال ہمارے پاس تو دعا ہی کا ہتھیار ہے اسے ہر احمدی کو پہلے سے بڑھ کر استعمال کرنا چاہیے۔

غزہ میں بعض احمدی گھرانے بھی گھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی محفوظ رکھے اور سب معصوموں مظلوموں کو وہ جہاں بھی ہیں محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ حماس کو بھی عقل دے اور یہ لوگ خود اپنے لوگوں پر ظلم کرنے کے ذمہ دار نہ بنیں اور نہ کسی پر ظلم کریں۔ اسلامی تعلیم کے مطابق جو حکم ہے اس کے مطابق اگر جنگیں کرنی بھی ہیں تو اس طرح کریں۔ کسی قوم کی دشمنی بھی ہمیں انصاف سے دُور کرنے والی نہ ہو یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ بڑی طاقتوں کو بھی یہ توفیق دے کہ وہ دونوں طرف انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے امن قائم کرنے والی بنیں۔ یہ نہیں کہ ایک طرف جھکاؤ ہو جائے اور دوسری طرف کا حق مارا جائے۔ ظلم و زیادتی میں بڑھنے والی نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم دنیا میں امن و سلامتی دیکھنے والے ہوں۔ (الفضل انٹرنیشنل 3 نومبر 2023ء صفحہ 6-5)

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ نومبر 2023ء میں فرمایا: فلسطینیوں کے لیے بھی دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس ظلم سے نجات دے جو ان پر ہو رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ اب چند دن کے لیے جنگ بندی ہے تا کہ ضروریاتِ زندگی کی مدد پہنچ سکے۔ لیکن اس کے بعد پھر کیا ہو گا؟ ان کو مدد پہنچا کے پھر ماریں گے؟ اسرائیل کی حکومت کے ارادے تو خطرناک لگتے ہیں کیونکہ ان کی حکومت کے ایک خاص مشیر نے کل پرسوں یہ اعلان کیا ہے کہ اگر اس جنگ بندی کے بعد پھر فوری جنگ نہ شروع کی گئی تو میں حکومت سے نکل جاؤں گا۔ تو اس قسم کی تو ان کی سوچیں ہیں۔

حضورِ انور نے بڑی طاقتوں کی طرف سے انصاف کے فقدان اور اس کے خطرناک نتائج کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ بڑی طاقتیں بظاہر ہمدردی کی باتیں تو کرتی ہیں لیکن انصاف نہیں کرنا چاہتیں۔ اور اس معاملے میں سنجیدہ ہی نہیں ہیں۔ ان کو یہ علم نہیں، سمجھتے ہیں کہ (یہ جنگ) وہیں تک محدود رہے گی لیکن ان کے جو عقل مند ہیں وہ کہنے بھی لگ گئے ہیں کہ یہ جنگ صرف ان علاقوں میں محدود نہیں رہے گی بلکہ باہر بھی پھیلے گی اور ان کے ملکوں تک بھی پہنچ جائے گی۔

حضورِ انور نے دنیائے اسلام کی ایک نمائندہ آواز مقرر کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا: مسلمان حکومتیں اب کچھ بولنا شروع ہوئی ہیں جس طرح سنا ہے کہ سعودی بادشاہ نے بھی کہا ہے کہ مسلمانوں کی ایک آواز ہونی چاہیے تو ایک آواز بنانا پڑے گی۔ اس کے لیے ٹھوس کوشش کرنی پڑے گی۔ اگر یہ احساس پیدا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس احساس کو عملی جامہ پہنانے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ بہر حال دعاؤں کی طرف بہت توجہ دیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 27/ نومبر 2023ء صفحہ 2-1)

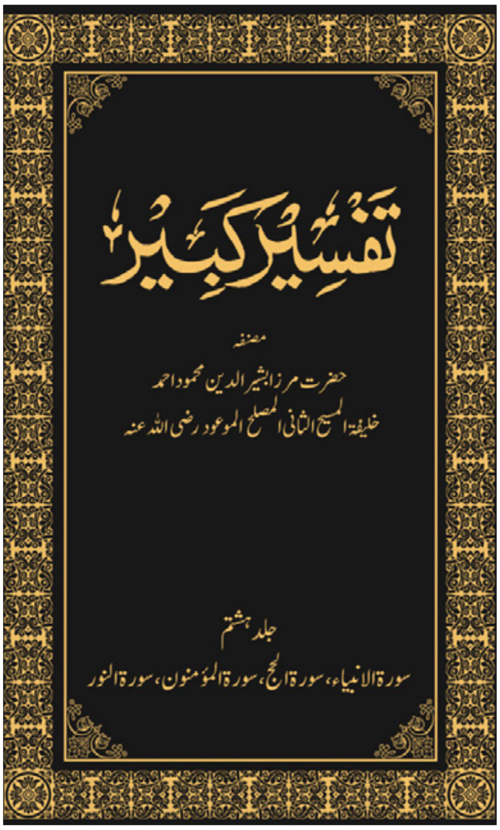


# ارضِ مقدّس کے حقیقی وارث

از افاضات حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 19 نومبر 2023ء کو واقفاتِ نَو جماعت احمدیہ بیلجیئم سے آن لائن ملاقات کے دوران ارضِ مقدسہ اور اس کے متعلق خدائی وعدہ جات کے متعلق سورۃ الانبیاء اور سورۃ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع کی منتخب آیات کی تفسیر کا مطالعہ تفسیر کبیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اس ضمن میں سورۃ الانبیاء آیت نمبر 106 کی تفسیر ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔

وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ

(الانبیاء:106)

(اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے ہم نے زبور میں کچھ شرائط بیان کرنے کے بعد یہ بات لکھ چھوڑی ہے کہ ارضِ مقدّس کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے اس میں عبادت گذار بندوں کے لئے ایک پیغام ہے اور ہم نے تجھ کو ساری دنیا کی طرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بائبل میں جو یہ پیشگوئی تھی کہ صرف خدا کے نیک بندے ارضِ مقدّس میں رہیں گے اس سے کوئی اس وقت دھوکا نہ کھائے جبکہ بنی اسرائیل اس ملک پر غالب آجائیں گے۔ کیونکہ اس پیشگوئی میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ اگر کوئی وقفہ پڑا تو پھر خدا کے بندے اس ملک پر غالب آ جائیں گے اس لئے فرماتا ہے کہ عبادت گذار بندوں کے لئے اس میں ایک پیغام ہے یعنی مسلمانوں کو تو ہوشیار کر دے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ پھر بنی اسرائیل اس پر قابض ہو جائیں گے اس لئے یہاں عابدین کا لفظ داوٗدؑ کی پیشگوئی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا اور بتایا کہ میرے بندوں کو کہہ دے کہ ہوشیار ہوجاؤ۔ اگر کسی وقت تم نے میرے عباد بننے میں کمزوری دکھائی تو پھر اللہ تعالیٰ یہودیوں کو اس ملک میں واپس لے آئے گا لیکن مسلمانوں کو چاہیئے کہ پھر عبادت گذار بن جائیں۔ اس کے نتیجہ میں وہ پھر غالب آ جائیں گے اور ان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب زمانوں کے لئے رحمت ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اس وقت ختم نہیں ہوجاتا جب بنی اسرائیل فلسطین پر قابض ہوں۔ بلکہ اس کے بعد بھی وہ زمانہ ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں۔ پس مایوس نہیں ہونا چاہیئے جب دوبارہ رحمتِ الٰہی جوش میں آ جائے گی مسلمان دوبارہ فلسطین میں غالب آجائیں گے۔

اس آیت میں زبور کی جس پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کا ذکر زبور باب 37 میں آتا ہے اس میں لکھا ہے۔

’’تو بدکرداروں کے سبب سے بے زار نہ ہو۔ اور بدی کرنے والوں پر رشک نہ کر کیونکہ وہ گھاس کی طرح جلد کاٹ ڈالے جائیں گے۔ اور سبزہ کی طرح مرجھا جائیں گے۔ خداوند پر توکل کر اور نیکی کر ملک میں آباد رَہ اس کی وفاداری سے پرورش پا، خداوند میں مسرور رہ۔ اور وہ تیرے دل کی مرادیں پوری کرے گا۔ اپنی راہ خداوند پر چھوڑ دے اور اس پر توکل کر وہی سب کچھ کرے گا۔ وہ تیری راست بازی کو نور کی طرح اور تیرے حق کو دوپہر کی طرح روشن کرے گا۔ خداوند میں مطمئن رہ اور صبر سے

اس کی آس رکھ اس آدمی کے سبب سے جو اپنی راہ میں کامیاب ہوتا اور بُرے منصوبوں کو انجام دیتا ہے۔ بےزار نہ ہو۔ قہر سے باز آ اور غضب کو چھوڑ دے۔ بےزار نہ ہو۔ اس سے برائی ہی نکلتی ہے کیونکہ بدکردار کاٹ ڈالے جائیں گے۔ لیکن جن کو خداوند کی آس ہے ملک کے وارث ہوں گے۔ کیونکہ تھوڑی دیر میں شریر نابود ہو جائے گا۔ تو اس کی جگہ کو غور سے دیکھے گا۔ پر وہ نہ ہوگا لیکن حلیم ملک کے وارث ہوں گے۔ اور سلامتی کی فراوانی سے شادمان رہیں گے''۔ (زبور باب 37 آیت 11-1)

اسی طرح زبور باب 37 آیت 29 میں لکھا ہے۔

''صادق زمین کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ بسے رہیں گے''۔

مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ وعدہ ارضِ مقدّس کے متعلق بنی اسرائیل سے کیا گیا تھا۔ یہ کوئی غیر مشروط وعدہ نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ نیکی اور تقویٰ اور صلاحیت کی شرط لگائی گئی تھی اور انہیں کھلے طور پر بتا دیا گیا تھا کہ اگر تم نے شرارتوں پر کمر باندھ لی اور بدکرداریوں کو اپنا شیوہ بنا لیا تو یہ ملک تم سے چھین لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے انہیں انتباہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم میں سرکشی پیدا ہو گئی تو۔

''جیسے تمہارے ساتھ بھلائی کرنے اور تم کو بڑھانے سے خداوند خوشنود ہوا ایسے ہی تم کو فنا کرانے اور ہلاک کر ڈالنے سے خداوند خوشنود ہوگا۔ اور تم اس ملک سے اکھاڑ دیے جاؤ گے۔ جہاں تو اس پر قبضہ کرنے کو جا رہا ہے۔ اور خداوند تجھ کو زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام قوموں میں پراگندہ کرے گا۔ وہاں تو لکڑی اور پتھر کے اور معبودوں کی جن کو تو یا تیرے باپ دادے جانتے بھی نہیں پرستش کرے گا''۔

(استثناء باب 28 آیت 64-63)

مگر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو یہ بھی خبر دے دی کہ اس عذاب کے بعد بنی اسرائیل نے اپنے اندر تبدیلی پیدا کی تو ان پر پھر رحم کیا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا۔

''خداوند تیرا خدا تیری اسیری کو پلٹ کر تجھ پر رحم کرے گا اور پھر کر تجھ کو سب قوموں میں سے جن میں خداوند تیرے خدا نے تجھ کو پراگندہ کیا ہو جمع کرے گا اگر تیرے آوارہ گروہ دنیا کے انتہائی حصوں میں بھی ہوں تو وہاں سے بھی خداوند تیرا خدا تجھ کو جمع کر کے لے آئے گا''۔ (استثناء باب 3 آیت 4-3)

گویا حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو یہ خبر دی گئی تھی کہ جب تمہاری شرارتیں بڑھ گئیں تو یہ ملک تم سے چھین لیا جائے گا مگر اس کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا اور یہ زمین پھر تمہارے سپرد کر دی جائے گی۔ مگر اس کے بعد پھر دوبارہ ایک تباہی کی خبر دی گئی اور بتایا گیا کہ یہود پھر سرکش ہو جائیں گے اور پھر ان پر الٰہی عذاب نازل ہوگا اور وہ اس ملک سے نکال دیئے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اس کی بھی پیشگوئی کی اور فرمایا کہ۔

''انہوں نے اجنبی معبودوں کے باعث غیرت اور مکروہات سے اسے غصہ دلایا...... خداوند نے یہ دیکھ کر ان سے نفرت کی کیونکہ اس کے بیٹوں اور بیٹیوں نے اسے غصہ دلایا (اس جگہ تمام یہودی مردوں اور عورتوں کو خدا تعالیٰ کے بیٹے اور بیٹیاں قرار دیا گیا ہے) تب اس نے کہا۔ میں اپنا منہ ان سے چھپا لوں گا۔ اور دیکھوں گا کہ ان کا انجام کیسا ہوگا کیونکہ وہ گردن کش نسل اور بے وفا اولاد ہیں...... مَیں ان پر آفتوں کا ڈھیر لگاؤں گا اور اپنے تیروں کو ان پر ختم کروں گا وہ بھوک کے مارے گھل جائیں گے اور شدید حرارت اور سخت ہلاکت کا لقمہ ہو جائیں گے اور میں ان پر درندوں کے دانت اور زمین پر سرکنے والے کیڑوں کا زہر چھوڑ دوں گا باہر وہ تلوار سے مَریں گے اور کوٹھڑیوں کے اندر خوف سے جواں مرد اور کنواریاں دودھ پیتے بچے اور پکے بال والے سب یوں ہی ہلاک ہوں گے''۔

(استثناء باب 32 آیت 16 تا 25)

غرض حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو دو تباہیوں کی خبر دی گئی تھی اور بتایا گیا تھا کہ اس ملک پر تمہارا قبضہ دائمی نہیں ہوگا۔ بلکہ پہلے تمہارا قبضہ ہوگا اور پھر تم نکالے جاؤ گے۔ پھر تمہارا قبضہ ہوگا اور پھر تم نکالے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام کس شان اور عظمت سے پورا ہوا۔ اس کی تفصیل سورۂ بنی اسرائیل کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں فرماتا ہے:

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۞ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۞ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۞ (بنی اسرائیل 7-5)

یعنی ہم نے تورات میں بنی اسرائیل کو یہ بات کھول کر پہنچا دی تھی کہ تم یقیناً اس ملک میں دو دفعہ فساد کرو گے۔ اور یقیناً تم بڑی سرکشی اختیار کرو گے چنانچہ جب ان دو دفعہ کے فسادات میں سے پہلی دفعہ کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آیا تو ہم نے اپنے بعض بندوں کو تمہاری سرکوبی کے لیے تم پر کھڑا کر دیا۔ جو سخت جنگجو تھے اور وہ تمہارے گھروں کے اندر جا گھسے اور یہ وعدہ بہرحال پورا ہو کر رہنے والا تھا۔ پھر ہم نے تمہاری طرف دوبارہ دشمن پر حملہ کرنے کی طاقت کو لَوٹا دیا۔ اور ہم نے مالوں اور بیٹوں کے ذریعہ سے تمہاری مدد کی اور ہم نے تمہیں جتھے کے لحاظ سے پہلے سے بھی زیادہ مضبوط کر دیا۔

پھر فرماتا ہے: فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۞ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۞ جب دوسری بار والا وعدہ پورا ہونے کا وقت آ گیا۔ تاکہ وہ دشمن تمہارے منہ خوب کالے کریں۔ اور تمہارے معزز لوگوں سے ناپسندیدہ معاملہ کریں اور اسی طرح، مسجد میں داخل ہوں جس طرح وہ اس مسجد میں پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے بالکل تباہ و برباد کر دیں تو ہم نے اپنی اس پیشگوئی کو

بھی پورا کر دیا مگر اب بھی کچھ بعید نہیں کہ تمہارا ربّ تم پر رحم کردے۔ لیکن اگر تم پھر اپنے اس رویہ کی طرف لوٹے تو ہم بھی اپنے عذاب کی طرف لوٹیں گے۔ اور یقیناً ہم نے کافروں کے لئے قید خانہ بنایا ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ خداتعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ فلسطین کا ملک خداتعالیٰ کے نیک بندوں کو ملے گا۔ اور چونکہ پہلے یہود سے یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ اس لئے ان کو یہ ملک ملا۔ مگر ملک دیتے وقت خداتعالیٰ نے کچھ شرائط بھی عائد کردیں۔ اور فرمایا کہ کچھ عرصے کے بعد تمہاری شرارتوں کی وجہ سے ہم یہ ملک تم سے چھین لیں گے۔ چنانچہ فرمایا فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰىهُمَا بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ جب ان دو بار کے فسادوں میں سے پہلی بار کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو ہم اپنے حکم کے ساتھ ایک قوم کو مقرر کریں گے۔ جو بڑی فوجی طاقت رکھتی ہوگی۔ اور وہ فلسطین کے تمام شہروں میں گھس جائے گی۔ اور تمہاری حکومت کو تباہ کردے گی مگر ثُمَّ رَدَدۡنَا لَـكُمُ الۡكَرَّةَ عَلَيۡهِمۡ کچھ مدت کے بعد یہ ملک ہم تم کو واپس دے دیں گے۔ اور تمہاری طاقت اور قوت کو بحال کردیں گے۔ وَاَمۡدَدۡنٰكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ وَجَعَلۡنٰكُمۡ اَكۡثَرَ نَفِيۡرًا اور ہم تم کو مال بھی دیں گے اور بیٹے بھی دیں گے اور تمہیں تعداد میں بھی بہت بڑھادیں گے لیکن پھر ایک وقت کے بعد ہم دوبارہ یہ ملک تم سے چھین لیں گے چنانچہ فرمایا فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ لِيَسُوْۤءٗا وُجُوۡهَكُمۡ وَلِيَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ كَمَا دَخَلُوۡهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوۡا مَا عَلَوۡا تَتۡبِيۡرًا جب دوسرا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو اس لئے کہ وہ لوگ جن کو عارضی طور ہم یہ ملک دینے والے ہیں وہ تمہارے منہ خوب کالے کریں اور جس طرح پہلی دفعہ انہوں نے تمہاری عبادت گاہ کی بے حرمتی کی تھی اسی طرح اس دفعہ بھی اس کو ذلیل کریں۔ یہ دشمن پھر تمہارے ملک میں جا گھسے گا۔ اور تمہاری عبادت گاہ کو ذلیل کرے گا۔ اور جس جس علاقے میں جائے گا تباہی مچاتا چلا جائے گا۔ مگر فرمایا عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يَّرۡحَمَكُمۡ کچھ بعید نہیں کہ اب بھی تمہارا رب تم پر رحم کردے یعنی اس کے بعد پھر ہم یہ فیصلہ کریں گے۔ کہ یہ ملک واپس دے دیا جائے مگر یہاں یہ نہیں فرمایا کہ وہ یہودیوں کو دیا جائے گا بلکہ فرمایا۔ عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يَّرۡحَمَكُمۡ خدا تم پر رحم کرے گا یعنی اس بدنامی کو دور کردے گا جو تمہاری دنیا میں ہوئی۔ وَاِنۡ عُدْتُّمۡ عُدۡنَا اور اگر تم اپنی شرارتوں سے پھر بھی باز نہ آئے تو ہم بھی اپنی اسی سنت کی طرف لوٹیں گے۔ اور پھر یہ ملک تم سے چھین لیں گے۔ وَجَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ حَصِيۡرًا اور جہنم کو ہم تمہارے لئے قید خانہ بنادیں گے یعنی پھر تم اس ملک میں واپس نہیں آسکو گے۔

چنانچہ دیکھ لو خداتعالیٰ نے کہا تھا کہ یہ ملک کچھ عرصہ تمہارے پاس رہے گا مگر اس کے بعد چھینا جائے گا چنانچہ بابلی فوجیں آئیں اور انہوں نے عبادت گاہیں بھی تباہ کیں، شہر بھی تباہ کئے اور سارے ملک پر قبضہ کرلیا اور تقریباً ڈیڑھ سو سال تک حکومت کی۔ (2 سلاطین باب 24 آیت 10 تا 17، 2 تواریخ باب 36 آیت 21،20، جیوش انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ Nebuchadnezzar) اس کے بعد وہ حکومت بدل گئی اور پھر یہودی اپنے ملک پر قابض ہوگئے۔

پھر مسیحؑ کے بعد رومی لوگوں نے اس ملک پر حملہ کیا اور اس کو تباہ و برباد کیا۔ اسی طرح مسجد کو تباہ کیا اور اس کے اندر سؤر کی قربانی کی اور اس پر ان کا لمبے عرصہ تک قبضہ رہا۔ لیکن آخر رومی بادشاہ عیسائی ہوگیا۔

اس لئے یہاں یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہودیوں کو یہ ملک واپس دیا جائے گا بلکہ فرمایا تھا۔ پھر ہم تم پر رحم کریں گے۔ یعنی تمہاری وہ بے عزّتی دور ہوجائے گی چنانچہ جب رومی بادشاہ عیسائی ہوگیا تو پھر موسیٰ کو بھی ماننے لگ گیا۔ داؤدؑ کو بھی ماننے لگ گیا۔ اسی طرح باقی جس قدر انبیاء تھے ان کو بھی ماننے لگ گیا تھا۔ وہ عیسیٰ کو ماننے والا لیکن حضرت عیسیٰؑ بھی چونکہ موسوی سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔ عیسائی بادشاہت یہودی نبیوں کا ادب کرتی تھی۔ تورات کا ادب کرتی تھی۔ بلکہ تورات کو بھی اپنی مقدس کتاب سمجھتی تھی گویا خدا کا رحم ہوگیا۔ مگر فرماتا ہے۔ وَاِنۡ عُدْتُّمۡ عُدۡنَا اگر اس کے بعد تم لوگ پھر بگڑے اور شرارتیں کیں تو پھر ہم تمہارے ہاتھ سے یہ بادشاہت نکال دیں گے۔ یعنی پھر مسلمان آجائیں گے اور ان کے قبضہ میں یہ ملک چلا جائے گا اور وہ عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ بنیں گے اور تمہارے لئے پھر جہنم پیدا ہوجائے گا جس میں تم ہمیشہ جلتے رہو گے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوسکتا ہے اس جگہ مندرجہ ذیل امور بیان کئے گئے ہیں۔

1۔ یہ ملک یہود سے چھین کر ایک اور قوم کو دے دیا جائے گا۔

2۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر یہ ملک یہود کو واپس مل جائے گا۔

3۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ پھر ان سے چھین لیا جائے گا۔

4۔ اس کے بعد یہ ملک پھر واپس کیا جائے گا۔ مگر یہود کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ بلکہ موسوی سلسلہ کے ماننے والوں یعنی عیسائیوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔

5۔ اگر پھر شرارت کی گئی (اب اس میں عیسائی بھی شامل ہوگئے کیونکہ وہ بھی یہودیوں کا ایک گروہ تھے) تو پھر یہ زمین ان سے چھین لی جائے گی اور ایک اور قوم کو دے دی جائے گی یعنی مسلمانوں کو مگر اس جگہ یہ نہیں فرمایا کہ وہ مسجد میں داخل ہوکر اس کی ہتک کریں گے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے نزدیک بھی حضرت موسیٰؑ اور ان کے تمام ماتحت انبیاء مقدس تھے۔ مگر ان کی جگہیں بھی مقدس تھیں۔ اس لئے مسلمان ان کی مسجدوں میں وہ خرابیاں نہیں کرسکتے تھے جو بابلیوں اور رومیوں نے کیں۔

یہ عجیب لطیفہ اور قوموں کی ناشکری کی مثال ہے کہ بابلیوں نے یہودیوں کے ملک کو تباہ کیا اور ان کی مسجد کو ذلیل کیا۔ یوروپین مصنف کتابیں لکھتے ہیں تو بابلیوں کو کوئی گالی نہیں دیتا کوئی ان کو برا بھلا نہیں کہتا۔ کوئی ان پر الزام نہیں لگاتا۔ رومیوں نے اس ملک کو لیا اور اس مسجد میں خنزیر کی قربانیاں کیں عیسائی رومی تاریخ پر کتابیں لکھتے ہیں۔ گبن نے بھی ''دی ڈیکلائن اینڈ

فال آف دی رومن ایمپائر۔ HISTORY OF THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE لکھی ہے مگر سب کتابوں کو دیکھ لو وہ کہتے ہیں رومن ایمپائر جیسی اچھی ایمپائر کوئی نہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا زیر لفظ ROMAN EMPIRE) حالانکہ انہوں نے ان کی مسجد کو گندہ کیا مگر وہ قوم جس نے ان کی مسجد کو گندہ نہیں کیا اس کو گالیاں دی جاتی ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فلسطین فتح ہوا اور جس وقت آپ یروشلم گئے تو یروشلم کے پادریوں نے باہر نکل کر شہر کی کنجیاں آپ کے حوالے کیں اور کہا کہ آپ اب ہمارے بادشاہ ہیں۔ آپ مسجد میں آکر دو نفل پڑھ لیں تا کہ آپ کو تسلّی ہو جائے کہ آپ نے ہماری مقدّس جگہ میں جو آپ کی بھی مقدّس جگہ ہے نماز پڑھ لی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں تمہاری مسجد میں اس لئے نماز نہیں پڑھتا کہ میں ان کا خلیفہ ہوں۔ کل کو یہ مسلمان اس مسجد کو چھین لیں گے اور کہیں گے کہ یہ ہماری مقدّس جگہ ہے۔ اس لئے باہر ہی نماز پڑھوں گا تا کہ تمہاری مسجد نہ چھینی جائے۔

پس ایک وہ تھے جنہوں نے وہاں خنزیر کی قربانی کی اور یورپ کا منہ اس کی تعریف کرتے ہوئے خشک ہوتا ہے اور ایک وہ تھا جس نے ان کی مسجد میں دو نفل پڑھنے سے بھی انکار کیا۔ کہ کہیں مسلمان کسی وقت یہ مسجد نہ چھین لیں۔ اور اس کو رات دن گالیاں دی جاتی ہیں۔ کتنی ناشکر گذار اور بے حیا قوم ہے۔

اب مسلمانوں کے پاس فلسطین آجانے کے بعد سوال ہوسکتا ہے کہ یہ ملک یہودیوں کے ہاتھ بھی نہ رہا۔ اور عیسوی سلسلہ کے پاس بھی نہ رہا۔ یہ کیا معمہ ہے؟ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ اعتراض نہیں پڑتا اس لئے کہ بعض دفعہ جب کسی بات پر جھگڑا ہوتا ہے اور وراثت کے کئی دعوے دار بن جاتے ہیں تو سچے وارث کہتے ہیں کہ ہم ان کے وارث ہیں۔ اور ان کے حق میں فیصلہ کر دیا جاتا ہے یہی صورت اس جگہ واقعہ ہوئی ہے۔ خدا ملک دینے والا تھا۔ خدا کے سامنے مقدمہ پیش ہوا کہ موسیٰ اور داؤد کے وارث یہ مسلمان ہیں۔ یا موسیٰ اور داؤد کے وارث یہ یہودی اور عیسائی ہیں۔ تو کورٹ نے ڈگری دی کہ اب موسیٰ اور داؤد کے وارث مسلمان ہیں۔ چنانچہ ڈگری سے ان کو ورثہ مل گیا۔

پھر آگے چل کر فرماتا ہے کہ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِيۡفًا (بنی اسرائیل:105) پھر اس کے بعد ایک اور وقت آئے گا۔ کہ یہودیوں کو دنیا کے اطراف سے اکٹھا کر کے فلسطین میں لا کر بسا دیا جائے گا چنانچہ وہ وقت اب آیا ہے۔ جب کہ یہودی اس جگہ پر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔

کراچی اور لاہور میں مَیں جب بھی گیا ہوں مسلمان مجھ سے پوچھتے رہے ہیں کہ یہ تو خدائی وعدہ تھا کہ یہ سرزمین مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے گی۔ پھر یہودیوں کو کیسے مل گئی۔ مَیں نے کہا۔ کہاں وعدہ تھا۔ قرآن میں تو لکھا ہے کہ پھر یہودی بسائے جائیں گے۔ کہنے لگے۔ اچھا جی یہ تو ہم نے کبھی نہیں سنا۔ مَیں نے کہا تمہیں قرآن پڑھانے والا کوئی ہے ہی نہیں تم نے سننا کہاں سے ہے۔ میری تفسیر پڑھو تو اس میں لکھا ہوا موجود ہے۔

تو یہ جو وعدہ تھا کہ پھر یہودی ارضِ کنعان میں آجائیں گے قرآن میں لکھا ہوا موجود ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل رکوع 12 میں یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِيۡفًا جب وہ آخری زمانہ کا وعدہ آئے گا۔ تو پھر ہم تم کو اکٹھا کر کے اس جگہ پر لے آئیں گے۔

اس جگہ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ سے مراد مسلمانوں کے دوسرے عذاب کا وعدہ ہے اور بتایا ہے کہ مسلمانوں پر جب یہ عذاب آئے گا اور دوسری دفعہ ارضِ مقدّس ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی اس وقت اللہ تعالیٰ پھر یہود کو اس ملک میں واپس لے آئے گا۔ اس جگہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ یہود کے آنے کی وجہ سے اسلام منسوخ ہو گیا۔ گویا ان کے نزدیک اسلام کے منسوخ ہونے کی یہ علامت ہے کہ عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ نے اس پر قبضہ کرنا تھا۔ جب مسلمان وہاں سے نکال دیئے گئے تو معلوم ہوا کہ مسلمان عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ نہیں رہے۔ یہ اعتراض زیادہ تر بہائی قوم کرتی ہے لیکن عجیب بات ہے کہ یہی پیشگوئی تورات میں موجود ہے یہی پیشگوئی قرآن میں موجود ہے اور اس پیشگوئی کے ہوتے ہوئے اس ملک کو بابلیوں نے سو سال رکھا مگر اس وقت یہودی مذہب بہائیوں کے نزدیک منسوخ نہیں ہوا۔ ٹائٹس کے زمانہ سے لے کر سو دو سو بلکہ تین سو سال تک فلسطین روم کے مشرکوں کے ماتحت رہا وہ عیسائیوں کے قبضہ میں نہیں تھا۔ یہودیوں کے قبضہ میں نہیں تھا مسجد میں سؤر کی قربانی کی جاتی تھی۔ اور پھر بھی یہودیت کو سچا سمجھا جاتا تھا لیکن یہودیوں کے آنے پر نو سال کے اندر اندر اسلام منسوخ ہو گیا کیسی پاگل پن والی اور دشمنی کی بات ہے اگر واقعہ میں کسی غیر قوم کے اندر آجانے سے کوئی پیشگوئی باطل ہو جاتی ہے اور عارضی قبضہ بھی مستقل قبضہ کہلاتا ہے تو تم نے سو سال پیچھے ایک دفعہ قبضہ دیکھا ہے تین سو سال دوسری دفعہ کافروں کا قبضہ دیکھا ہے اس وقت یہودیت کو تم منسوخ نہیں کہتے اس وقت کی عیسائیت کو تم منسوخ نہیں کہتے لیکن اسلام کے ساتھ تمہاری عداوت اتنی ہے کہ اسلام میں نو سال کے بعد ہی تم اس قبضہ کو منسوخی کی علامت قرار دیتے ہو جب اتنا قبضہ ہو جائے جتنا یہودیت اور عیسائیت کے زمانہ میں رہا تب تو کسی کا حق بھی ہو سکتا ہے کہ کہے لو جی اسلام کے ہاتھ سے یہ ملک نکل گیا لیکن جب تک اتنا قبضہ چھوڑ اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ہوا تو اس پر اعتراض کرنا محض عداوت نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ اعتراض کرنے والے بہائی ہیں جن کا اپنا وہی حال ہے جیسے ہمارے ہاں مثل مشہور ہے کہ نہ آگا نہ پیچھا وہ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ مکہ مسلمانوں کے پاس ہے مدینہ مسلمانوں کے پاس ہے اور یہ دو اہم اسلامی مراکز ہیں۔ ہم ان سے کہتے ہیں ''چھاج بولے تو بولے چھلنی کیا بولے جس میں نو سو

سوراخ‘‘۔تمہارا کیا حق ہے کہ تم اسلام پر اعتراض کرو تمہارے پاس تو ایک چپہ زمین بھی نہیں جس کو تم اپنا مرکز قرار دے سکو۔ اسلام کا مکہ بھی موجود ہے اور اسلام کا مدینہ بھی موجود ہے۔وہ تو ایک زائد انعام تھا۔وہ ملک اگر عارضی طور پر چلا گیا تو کیا اعتراض ہے؟

بہائیت 1844ء سے شروع ہے اور اب 1958ء ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے مذہب کو قائم ہوئے ایک سو چودہ سال ہوگئے اور ایک سو چودہ سال میں ایک گاؤں بھی تو انہوں نے مقدس نہیں بنایا۔وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں حکومت حاصل نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس بھی تو حکومت نہیں ہم نے تو چند سال میں ربوہ بنالیا پہلے قادیان بنا ہوا تھا۔اب ربوہ بنا ہوا ہے یہاں ہم آتے ہیں۔نمازیں پڑھتے ہیں۔اکٹھے رہتے ہیں پر فلسطین میں بھی کرمل پہاڑ کی چوٹی پر ایک پورا گاؤں احمدیوں کا ہے جس کا نام کبابیر ہے بہائی بھی تو بتائیں کہ دنیا میں ان کا کوئی مکان ہے یا دنیا میں کسی جگہ پر وہ اکٹھے ہوتے ہیں؟ لیکن اسلام پر صرف نو سال کے قبضے کی وجہ سے ان کے بغض نکلتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ اسلام ختم ہوگیا۔اور اپنی حالت یہ ہے کہ عکہ کو مرکز قرار دیا ہوا ہے اور کہتے ہیں حدیثوں میں بھی پیشگوئیاں تھیں کہ عکہ ان کے پاس ہو گا اور تورات میں بھی پیشگوئیاں تھیں مگر اب عکہ میں بہائیوں کا نام ونشان بھی نہیں ہے اور ان کے لیڈر شوقی افندی جو عکہ کی بجائے سال کا اکثر حصہ سوئٹزرلینڈ میں گزارا کئے وہ بھی وفات پاچکے ہیں اور ان کے بعد ابھی تک بہائیوں کا کوئی قائم مقام لیڈر بھی تجویز نہیں ہوا۔پھر اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں اور کئی جاہل ان کے اعتراضوں سے مرعوب ہوجاتے ہیں۔

غرض بابلیوں کے آنے اور رومیوں کے عارضی طور پر وہاں آجانے کو جس کا عرصہ ایک دفعہ ایک سو سال دوسری دفعہ قریباً تین سو سال کا تھا۔اگر موسیٰ اور داؤد کے پیغام کے منسوخ ہونے کی علامت نہیں قرار دیا گیا تو اس وقت یہود کا عارضی طور پر قبضہ جس میں صرف چند سال گذرے ہیں اسلام کے منسوخ ہونے کی علامت کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ یہ تو اس کے صادق ہونے کی علامت ہے۔جب اس نے خود یہ پیشگوئی کی ہوئی تھی کہ ایک دفعہ مسلمانوں کو نکالا جائے گا اور یہودی واپس آئیں گے تو یہودیوں کا واپس آنا اسلام کے منسوخ ہونے کی علامت نہیں اسلام کے سچا ہونے کی علامت ہے۔ کیونکہ جو کچھ قرآن نے کہا تھا وہ پورا ہوگیا۔باقی رہا یہ کہ پھر عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ کے ہاتھ میں کس طرح رہا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ عارضی طور پر قبضہ پہلے بھی دو دفعہ نکل چکا ہے۔اور عارضی طور پر اب بھی نکلا ہے۔اور جب ہم کہتے ہیں کہ ’’عارضی طور پر‘‘ تو لازماً اس کے معانی یہ ہیں کہ پھر مسلمان فلسطین میں جائیں گے اور بادشاہ ہوں گے اور لازماً اس کے یہ معنے ہیں کہ پھر یہودی وہاں سے نکالے جائیں گے اور لازماً اس کے یہ معنے ہیں کہ یہ سارا نظام جس کو یو۔این۔او کی مدد سے اور امریکہ کی مدد سے قائم کیا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے گا کہ وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجادیں۔ اور پھر اس جگہ پر لاکر مسلمانوں کو بسائیں۔

دیکھو حدیثوں میں بھی یہ پیشگوئی آتی ہے۔حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ فلسطین کے علاقے میں اسلامی لشکر آئے گا اور یہودی اس سے بھاگ کر پتھروں کے پیچھے چھپ جائیں گے۔اور جب کوئی مسلمان سپاہی اس پتھر کے پاس سے گذرے گا تو وہ پتھر کہے گا کہ اے مسلمان خدا کے سپاہی میرے پیچھے ایک یہودی کافر چھپا ہوا ہے اس کو مار۔(بخاری کتاب الجہاد والسیر باب قتال الیہود)

جب رسول کریم ﷺ نے یہ بات فرمائی تھی اس وقت کسی یہودی کا فلسطین میں نام ونشان بھی نہیں تھا۔پس اس حدیث سے صاف پتہ لگتا ہے کہ رسول کریم ﷺ پیشگوئی فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں یہودی اس ملک پر قابض ہوں گے مگر پھر خدا مسلمانوں کو غلبہ دے گا اور اسلامی لشکر اس ملک میں داخل ہوں گے اور یہودیوں کو چن چن کے چٹانوں کے پیچھے ماریں گے۔پس عارضی میں اس لئے کہتا ہوں کہ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ کا حکم موجود ہے مستقل طور پر تو فلسطین عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ کے ہاتھ میں رہنی ہے۔ سو خدا تعالیٰ کے عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ محمد ﷺ کی امت کے لوگ لازماً اس ملک میں جائیں گے۔نہ امریکہ کے ایٹم بم کچھ کرسکتے ہیں نہ ایچ بم کچھ کرسکتے ہیں۔نہ روس کی مدد کچھ کرسکتی ہے۔یہ خدا کی تقدیر ہے یہ تو ہو کر رہنی ہے چاہے دنیا کتنا زور لگالے۔

اس جگہ پر ایک اعتراض کیا جاسکتا ہے اور وہ اعتراض یہ ہے کہ یہاں وَعْدُ الْاٰخِرَةِ فرمایا ہے۔ اور تم کہتے ہو کہ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ سے مراد آخری زمانہ ہے۔مگر سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیات میں بھی تو ایک وَعْدُ الْاٰخِرَةِ کا ذکر ہے جس میں رومیوں کے حملے کا ذکر ہے تو کیوں نہ یہ سمجھا جائے کہ یہ جِئْنَا بِکُمْ لَفِیْفًا رومیوں کے حملے کے متعلق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اس صورت میں وَعْدُ الْاٰخِرَةِ کو عذاب کا قائم مقام قرار دیا ہے اور اس صورت میں وَعْدُ الْاٰخِرَةِ کو انعام کا قائم مقام قرار دیا ہے۔یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ عذاب کی پیشگوئی کو انعام سمجھ لیا جائے۔اس جگہ تو فرمایا ہے کہ جب دوسری دفعہ والا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو تم کو تباہ کر دیا جائے گا اور اس آیت میں ذکر ہے کہ جب وَعْدُ الْاٰخِرَةِ آئے گا تو پھر تم کو لا کے اس ملک میں بسا دیا جائے گا اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ یہ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ اور ہے اور وہ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ اور ہے۔وہاں وَعْدُ الْاٰخِرَةِ سے مراد ہے موسوی سلسلہ کی پیشگوئی کی آخری کڑی اور یہاں وَعْدُ الْاٰخِرَةِ سے مراد یہ ہے کہ آخری زمانہ یا محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کی پیشگوئی۔پس یہ الفاظ گو ملتے ہیں لیکن دونوں کی عبارت صاف بتا رہی ہے کہ یہ اور وعدہ ہے اور وہ اور وعدہ ہے۔وہ وعدہ عذاب کا ہے اور یہ وعدہ انعام کا ہے۔اور انعام کا قائم مقام عذاب کا وعدہ نہیں ہوسکتا۔

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 115-105 ایڈیشن 2023ء)

# تحریکِ جدید کے مالی جہاد میں

# جماعت احمدیہ جرمنی کا اعزاز برقرار

الحمدللہ امسال بھی جماعت احمدیہ جرمنی کو پوری دنیا میں تحریک جدید کے مالی جہاد میں اپنی پہلی پوزیشن قائم رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی، الحمدللہ علیٰ ذالک۔ اس کا اعلان حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 3 نومبر 2023ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔ اس موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ادائیگی کے لحاظ سے جماعت جرمنی کی لوکل امارتوں کا بھی علی الترتیب ذکر فرمایا:

| | | | |
|---|---|---|---|
| 1 | Hambrug | 6 | Riedstadt |
| 2 | Frankfurt | 7 | Rüsselsheim |
| 3 | Gross-Gerau | 8 | Mörfelden Walldorf |
| 4 | Wiesbaden | 9 | Darmstadt |
| 5 | Dietzenbach | 10 | Mannheim |

اسی طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سب سے زیادہ ادائیگی کرنے والی پہلی دس جماعتوں کے نام بھی بیان فرمائے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| 1 | Rödermark | 6 | Neuss |
| 2 | Rodgau | 7 | Nidda |
| 3 | Kiel | 8 | Köln |
| 4 | Osnabrück | 9 | Mahdiabad |
| 5 | Pinneberg | 10 | Flörsheim |

یاد رہے کہ امسال تحریک جدید کے لئے قربانی کرنے والے جماعت جرمنی کے مجاہدین کی تعداد

| | |
|---|---|
| 48,908 | اڑتالیس ہزار نَو سو آٹھ |

رہی اور کل وصولی (یورو)

| | |
|---|---|
| 4,001,624.27 | چالیس لاکھ ایک ہزار چھ سو چوبیس |

امسال جماعت جرمنی کو گزشتہ سال کی نسبت 3 لاکھ 23 ہزار 492 یورو زائد ادائیگی کی توفیق ملی، الحمدللہ۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دو لاکھ پاؤنڈز بطور تحفہ جماعت جرمنی کو عطا فرمائے جسے مرکزی مجلس عاملہ جرمنی نے جلسہ گاہ فنڈ میں شامل کرنے کے لیے منظور کیا ہے۔

جماعت احمدیہ جرمنی کی اس شاندار کارکردگی کے لئے شعبہ تحریک جدید جرمنی کے تمام کارکنان، لوکل امراء، صدران جماعت اور جملہ شاملین خصوصی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اسی طرح دعا ہے کہ پیارے آقا نے خطبہ جمعہ میں مالی قربانی کا جو مضمون بیان فرمایا، اس کی روح کو سمجھتے ہوئے آئندہ بھی اس اعزاز کو برقرار رکھنے والے ہوں، آمین۔

(رپورٹ: مکرم حمید اللہ ظفر صاحب، سیکرٹری تحریک جدید جرمنی)

## سالِ نو 2024ء کے

# اہم جماعتی پروگرام

| | |
|---|---|
| یکم جنوری | تہجد، وقارِ عمل مجلس خدام الاحمدیہ |
| 20 فروری | یومِ مصلح موعودؓ |
| 23 مارچ | یومِ مسیح موعودؑ |
| 12 مارچ | آغاز رمضان المبارک (متوقع) |
| 10 اپریل | عیدالفطر (متوقع) |
| یکم مئی | Tag der offenen Moschee |
| 17-19 مئی | مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ جرمنی |
| 27 مئی | یومِ خلافت |
| 31 مئی تا 02 جون | اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی |
| 17 جون | عیدالاضحیٰ (متوقع) |
| 12 تا 14 جولائی | اجتماع مجلس انصاراللہ و لجنہ اماء اللہ جرمنی |
| 26 تا 28 جولائی | جلسہ سالانہ برطانیہ |
| 6 تا 8 ستمبر | جلسہ سالانہ جرمنی |
| 3 اکتوبر | Tag der offenen Moschee |
| 28-29 ستمبر | مجلس شوریٰ لجنہ اماء اللہ جرمنی |
| 23-24 نومبر | مجلس شوریٰ مجلس انصاراللہ جرمنی |

(شعبہ جنرل سیکرٹری جرمنی)

# چند اہم تقرریاں

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ جرمنی 2024ء کے لیے مندرجہ ذیل تقرریاں فرمائی ہیں۔

افسر جلسہ سالانہ: مکرم محمد الیاس مجوکہ صاحب

افسر جلسہ گاہ: مکرم حافظ فرید احمد خالد صاحب

افسر خدمت خلق: مکرم امتیاز احمد شاہین صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی

علاوہ ازیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آئندہ دو سال (2024-25ء) کے لیے مکرم بشیر احمد رہان صاحب کو صدر مجلس انصاراللہ جرمنی مقرر فرمایا ہے۔ اسی طرح مکرم حافظ محمد ظفر اللہ صاحب کی منظوری بطور نائب صدر صف دوم مرحمت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین رنگ میں اپنی اپنی ذمہ داریاں سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (ادارہ اخبار احمدیہ جرمنی)

## معصوم اور مظلوم فلسطینیوں پر ہونے والے

# المناک مظالم

**سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطبہ جمعہ 22 فروری 1991ء میں سے بعض اقتباسات**

امریکہ اور روس کے اتحادیوں کا خیال یہ ہے کہ اسرائیل ان کے تیل کے اور دیگر مفادات کا محافظ ہے اس لئے ہر قیمت پر ہمیں اسرائیل کو راضی رکھنا چاہئے خواہ اس کے نتیجے میں ساری دنیا ناراض ہو۔ اس کے برعکس اسرائیل کا بھی ایک نظریہ ہے اور وہ نظریہ یہ ہے کہ اگر تمام ایشیا کی رائے عامہ ہمارے مخالف ہوجائے تو اس کے باوجود ہمیں ایک مغربی ملک کا ساتھ زیادہ پسند ہوگا۔ پس امریکہ یہ سمجھ رہا ہے اور امریکہ کے اتحادی بھی کہ ان کو اسرائیل کی ضرورت ہے۔ واقعۃً اسرائیل کے نقطہ نگاہ سے اسرائیل کو مغرب کی ضرورت ہے یہ کھیل کیوں اس طرح جاری ہے؟ کس مقام تک، کس انتہا تک پہنچے گا؟ اس سلسلہ میں مَیں آپ کے سامنے بعض باتیں بعد میں رکھوں گا۔

جہاں تک تیل کے مفادات کا تعلق ہے امر واقعہ یہ ہے کہ جس طرح گہری نظر سے اسرائیل کے مزاج کے مطالعہ کا حق ہے یہ لوگ اس میں ناکام رہے ہیں۔ اسرائیل کا مزاج ایسا ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ تیل کے اتنا قریب رہتے ہوئے وہ بالآخر تیل پر حملے کی کوشش نہ کرے۔ تیل کا محافظ اسرائیل کو بنانا ویسا ہی ہے جیسے پنجابی میں کہا جاتا ہے کہ۔ دودھ دا راکھا بِلاّ تے چھولیاں دا راکھا بکرا۔ سادہ سی مثال ہے مگر اس میں بہت گہری حکمت ہے۔ اگر چنوں کو بکروں کے سپرد کردیا جائے کہ ان کی حفاظت کریں یا دودھ کو بلّوں کے سپرد کردیا جائے تو اس سے بڑی حماقت نہیں ہوسکتی۔ پس جن مفادات کی حفاظت اسرائیل کے سپرد کی جارہی ہے ان مفادات کو سب سے زیادہ خطرہ اسرائیل سے ہے اور آخر بات وہیں تک پہنچے گی اگر اس وقت دنیا نے ہوش نہ کی۔ لیکن ان امور کا بھی بعد میں نسبتاً تفصیل سے ذکر کروں گا۔

اسرائیل ایک اور بات اپنے مغربی اتحادیوں، خصوصاً امریکہ کے کان میں یہ پھونک رہا ہے کہ اس علاقہ میں امن کے قیام کا صرف ایک ذریعہ ہے، ایک حل ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں ناصروں اور صداموں کی پیداوار کو ختم کردیا جائے۔ جب تک اس علاقہ میں ناصر پیدا ہوتے رہیں گے اور صدام پیدا ہوتے رہیں گے کبھی اس علاقے کو اَمن نصیب نہیں ہوسکتا۔ اس پیغام کا دوسرا مطلب

یہ ہے کہ عرب کے زندہ رہنے کی اور آزادی کی روح کو کچل دیا جائے اور فلسطین کی حمایت کے تصور کو کچل دیا جائے اور یہ وہ نظریہ ہے جس کو مغرب عملاً تسلیم کر چکا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ حقیقت میں یہ مظالم ناصروں اور صداموں کی پیداوار نہیں بلکہ وہ مظالم کی پیداوار ہیں۔ ایک ناصر کو مٹانے کے لئے جو مظالم انہوں نے مصر پر اور دیگر مسلمان ممالک پر کئے تھے آج صدام اُن کی پیداوار ہے اور نفرت کے نتیجے میں ہمیشہ نفرت اُگتی ہے اور کبھی نیم کے درخت کو میٹھے پھل نہیں لگا کرتے۔ پس بالکل اُلٹ قصہ ہے جب تک آپ عربوں سے ناانصافی کرتے رہیں گے، عربوں پر مظالم توڑتے رہیں گے ایک کے بعد دوسرا ناصر اور ایک کے بعد دوسرا صدام پیدا ہوتا رہے گا اور یہ تقدیرِالٰہی ہے جس کا رُخ آپ نہیں بدل سکتے........ جہاں تک مَیں نے جائزہ لیا ہے اور حقائق اس بات کے گواہ ہیں، دراصل اسرائیل کا قیام ہی تمام نفرتوں کا آغاز ہے، تمام نفرتوں کی جڑ ہے اور اسرائیل کے قیام کے تصور میں جنگیں شامل ہیں اور یہ بات جو مَیں کہہ رہا ہوں یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ David Ben Gurion جو اسرائیل کے بانی مبانی ہیں، ان کا یہ دعویٰ ہے مَیں اس کا اقتباس پڑھ کر سناتا ہوں۔ Making of Israel میں صفحہ 55 پر James Cameron لکھتے ہیں:

"For Ben-Gurion the word ''state'' had now no meaning other than an instrument of war"

اسرائیل کے حصول کے بعد Ben-Gurion کے تصور میں اب ریاست کے کوئی اور معنی نہیں رہے سوائے جنگ کے I can think of no other meaning now,he said یعنی Ben Gurion نے کہا

"I feel that the wisdom of Israel now is that to wage war,that and nothing else,that and only that"

مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اب اسرائیل کی حکمت اور اس کی عقل کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ جنگیں کرے اور اس کے سوا اور کوئی خلاصہ نہیں جنگ اور جنگ اور جنگ۔

اس عبارت کو پڑھ کر مجھے Colerigde کی دو سطریں یاد آگئیں جو اس نے اپنی مشہور نظم Kubla Khan میں Kubla Khan کے متعلق لکھیں۔ Kubla Khan کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے۔

And 'mid this tumult Kubla heard from far ancestral voices prophesying war!

اس غلغلے میں، اس شور اور ہنگامے میں Kubla نے دور سے آتی ہوئی اپنے آباؤ اجداد کی آواز سنی جو جنگ کی پیشگوئی کر رہی تھی۔

Kubla نے وہ آواز سنی یا نہیں سنی لیکن David Ben-Gurion نے یقیناً Zion Hill سے بلند ہوتی ہوئی یہ آواز سنی ہے کہ اسرائیل! آج کے بعد تمہارے قیام کا مقصد صرف ایک ہے اور صرف ایک ہے اور صرف ایک ہے کہ جنگیں کرتے چلے جاؤ اور تمام دنیا کو جنگ میں جھونکتے چلے جاؤ۔ اس کے بغیر اسرائیل کا اور کوئی مفہوم نہیں ہے۔ پس اس اسرائیل کی تائید میں امریکہ اور اس کے اتحادی اپنے آپ کو خواہ کسی دھوکے میں مبتلا رکھیں اس اسرائیل کی تائید کے بعد کسی امن کا تصور ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ اسرائیل کی سرشت میں داخل ہے ان کی تعریف میں داخل ہے کہ اب ساری دنیا کو ہمیشہ جنگوں میں جھونکنا ہے اور کیوں جھونکنا ہے؟ اس سلسلہ میں مَیں آخر پر اس راز سے پردہ اُٹھاؤں گا اگرچہ یہ کوئی خاص بڑا راز بھی نہیں۔

اسرائیل کی جنگی تیاریوں کا جہاں تک تعلق ہے، اب تک دنیا کو یہ بتانے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ عراق دنیا کے لئے اتنا بڑا خطرہ ہے کہ وہ ہٹلر ہے، وہ Natsiism کی ایک نئی نمود ہے نئی شکل میں Natsiism ظاہر ہوا ہے۔ حالانکہ عراق کا یہ حال ہے کہ خود ایک مغربی مبصر نے لکھا کہ اس کو تم ہٹلر کہہ رہے ہو جو آٹھ سال تک ایران جیسے ملک پر قبضہ نہیں کر سکا اور ہٹلر نے آناً فاناً سارے یورپ میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ اس سے تمہاری روحیں کانپتی تھیں، وہ برلن سے اٹھا اور لینن گراڈ کے دروازے کھٹکھٹا رہا تھا اور ادھر اس کے راکٹ تمہارے لندن شہر پر برس رہے تھے اور تم کس منہ سے صدام کو ہٹلر کہہ رہے ہو جس کے اوپر تمہارے راکٹ برس رہے ہیں کیسا جاہلانہ تصور ہے۔ ایک سکڈ میزائیل بھی نہیں بنا سکتا۔ گن رہے ہیں کہ کتنی باقی رہ گئی ہیں اور جو پیوند اس پر لگایا تھا تا کہ اس کی Range بڑھ جائے وہ ایسا بےہودہ سا بنا ہوا ہے بیچارہ جس طرح ہمارے لوہارے ترخانے کام ہوتے ہیں کہ اس پر یہ گرے ہوئے پر مذاق اُڑا رہے تھے کہ یہ تو حال ہے عراق کا، ہم سے جنگ کی باتیں کرتا ہے Scud Missile میں صحیح طریق پر ایک تھوڑے سے ٹکڑے کا اضافہ بھی نہیں کر سکتا یہ ہٹلر ہے اور اسرائیل کے ایک جرنیل نے یہ دعویٰ کیا بلکہ یہ کہتا ہے کئی جرنیل یہ دعوے کر چکے ہیں۔

"Israeli generals have often boasted that they could take on all the Arab armies at the same time and still destroy them,and the chief of staff has even claimed that he could defeat the armed forces of the Soviet Union."

(Dispossessed, the ordeal of the palestinians, Page:224 by David Gilmour)

David Gilmour اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ اسرائیلی جرنیل بارہا یہ دعوے کر چکے ہیں کہ اگر تمام عرب کی متحدہ قوت سے بھی ہم ٹکرائیں اور بیک وقت ٹکرائیں تو ہم ان تمام کو پارہ پارہ کر سکتے ہیں اور عرب متحدہ قوت کی کیا حیثیت ہے۔ اگر سوویت یونین بھی ہم سے ٹکرلے تو یہ طاقت ہے کہ ہم سوویت یونین کو شکست دے دیں۔

پس ایک خیالی فرضی ہٹلر کو Destroy کرنے کے لئے تباہ کرنے کے لئے ایک حقیقی ہٹلر کو یہ پال رہے ہیں اور کیسے اندھے ہیں، کیسے بصیرت سے عاری لوگ ہیں کہ ان کو یہ پتہ نہیں کہ ہٹلر کا یہ نام صدام کو اور فلسطین کو خود اسرائیلیوں نے دیا ہوا ہے۔ ہٹلر کے نام پر یہ ہٹلر پال رہے ہیں اور ابھی آئندہ اگر یہ سمجھے نہیں تو ان کی آنے والی

تاریخ بتائے گی کہ اسرائیل کے کیا ارادے ہیں اور ان کے ساتھ خود اسرائیل کیا سلوک کرنے والا ہے۔

اس پس منظر میں جب مسلمان یہ دیکھتے ہیں کہ اسرائیل ظلم پر ظلم کرتا چلا جا رہا ہے اور اس کی حمایت پر حمایت ہوتی چلی جا رہی ہے تو وہ حیران رَہ جاتے ہیں ان کو سمجھ نہیں آتی کہ ہم سے ہو کیا رہا ہے؟ اسرائیل کی طرف سے بار بار مسلمانوں کے Terrorism کے ذکر ہوئے ہیں اور ساری مغربی دنیا میں آپ کی آنکھیں یہ پڑھتے پڑھتے تھک چکی ہوں گی کہ مسلمان Terrorist ہیں اور مسلمان Terrorist اور مسلمان Terrorist اور مسلمان Terrorist اور فلسطینی Terrorist ہیں اور فلاں Terrorist اسلام اور Terrorism کو یک جان، ایک قالب بنا کر دکھایا گیا ہے۔ ایک ہی جان اور ایک ہی وجود کے دو نام ہیں لیکن اَمر واقعہ یہ ہے کہ اسرائیل Terrorist کا بانی مبانی ہے اس سلسلے میں گزشتہ خطبے میں مَیں نے شاید چند مثالیں پیش کی تھیں۔ اب مَیں بہت مختصراً آپ کو بتاتا ہوں کہ اسرائیل کی طرف سے Terrorism کے جو خوفناک واقعات ہو چکے ہیں۔ ان پر آج تک عربوں کی تباہ شدہ بستیاں دیر یاسین، یافہ، طیبہ، مغربی بیروت، صابرا اور شاتیلا کے کھنڈرات گواہ ہیں۔ اتنے ہولناک مظالم ان بستیوں پر کئے گئے کہ مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں کو دن دہاڑے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ذبح کیا گیا اور بڑے ظلم اور سفاکی کے ساتھ نیزوں میں پرویا گیا اور دوسرے طریقوں سے ہلاک کیا گیا اور ایک ذی روح کو وہاں زندہ نہیں چھوڑا گیا۔ ہزار ہا اگر نہیں تو سینکڑوں ایسی بستیاں ہیں جنہیں کلیتہً خاک سے ملا دیا گیا۔ کوئی ایک عمارت بھی کھڑی نہیں چھوڑی گئی۔ صرف 77ء کے ایک حملے کے دوران اڑھائی لاکھ فلسطینی بے گھر کئے گئے اور یہ سارے امور ایسے ہیں جن کے متعلق مغرب خاموش ہے اور آنکھیں بند کئے ہوئے ہے۔

پس عرب ہوں یا دوسرے مسلمان ہوں، وہ حیرت سے دیکھتے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ایک طرف سے ظلموں کے انبار کھڑے کئے جا رہے ہیں، طوفان مچائے جا رہے ہیں اور مقابل پر کوئی حس نہیں ہے۔ کوئی ایسا انسان نہیں ہے جو انصاف کے ساتھ اسرائیل کو مخاطب کر کے کہے کہ آج تم نے انسانی ظلموں کی تاریخ میں ایسے ابواب کا اضافہ کیا ہے جس سے انسانی ظلموں کی تاریخ کو شرم آتی ہے لیکن ان سب ظلموں سے چشم پوشی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ساتھ ہیں لیکن وقت کی رعایت سے مَیں ان کو پڑھ نہیں سکتا۔ اگر موقعہ ہوا تو بعد میں چھپ جائیں گی۔

وحشت و بربریت کی تاریخ میں اسرائیل کی طرف سے جو سیاہ ترین باب ہے اس کا اضافہ 1982ء میں ہوا۔ انہوں نے لبنان پر حملے کا ایک منصوبہ بنایا، جس کا نام رکھا تھا Operation Peace for Galilee یعنی گیلیلی کی بستی کے لئے اَمن کے تحفظ کا منصوبہ۔ اس ضمن میں David Gilmour اپنی کتاب Dispossessed میں جو نقشہ کھینچتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسرائیل نے گیلیلی سے متعلق جو یہ منصوبہ بنایا، امر واقعہ یہ ہے کہ یہ اس منصوبے کے لئے یہ بہانہ پیش کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے تحفظ کے لئے لبنان کے جنوب سے فلسطینیوں کے حملے کی روک تھام کی خاطر اور ان کے مسلسل حملوں سے تنگ آ کر یہ منصوبہ بنایا۔ مصنف لکھتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ جولائی 1981ء میں فلسطینیوں کا اور اسرائیلیوں کا ایک اَمن کا معاہدہ ہوا Gilmour لکھتا ہے کہ جولائی 1981ء سے لے کر مئی 1982ء تک جب اسرائیل نے لبنان پر حملہ کیا ہے اس وقت تک فلسطینیوں سے اس معاہدے کی ایک بھی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ اس تمام عرصہ میں کسی فلسطینی نے اسرائیل پر لبنان سے کوئی حملہ نہیں کیا دوسرے وہ کہتا ہے کہ گلیل کو لبنان کی طرف سے کبھی بھی کوئی خطرہ دَرپیش نہیں ہوا۔ تیسرے وہ کہتا ہے کہ 1982ء سے بہت پہلے وہ ان کے حوالوں سے ثابت کرتا ہے کہ یہ منصوبہ تیار تھا اس لئے بعد میں جو فرضی بہانے گھڑ رہے ہیں ان کی اس لحاظ سے بھی کوئی حقیقت نہیں کہ ان بہانوں کی جو تاریخیں ہیں ان سے بہت پہلے ثابت شدہ حقیقت ہے کہ یہ منصوبہ بنا چکے تھے۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ 1982ء میں جبکہ بیروت پر بمباری شروع کی گئی تو وہ بمباری اتنی خوفناک تھی کہ دن رات ان کی توپیں بیروت سے باہر مسلسل ان پر گولے برسا رہی تھیں اور سمندر سے ان کے جہاز جن پر بہت ہی خوفناک توپیں تھیں ان توپوں سے ان پر آگ برسا رہے تھے۔ دن رات مسلسل مکانوں پر مکان منہدم ہوتے چلے جا رہے تھے اور لوگ مرتے چلے جا رہے تھے اور کوئی شخص نہیں تھا کوئی آواز نہیں تھی دنیا میں جو مظلوم فلسطینیوں کے حق میں اُٹھتی ہو مغرب بھی خاموش تھا اور بدقسمتی کی انتہا یہ ہے کہ خود عرب بھی خاموش تھے اور اس وقت تک اسرائیل کا اس قدر رُعب پیدا ہو چکا تھا اور اس کے Terror سے اتنے خوف زدہ تھے کہ کسی عرب ملک نے اس کے خلاف آواز نہیں اُٹھائی اور بمباری کے نتیجے میں چودہ ہزار آدمی وہاں مرے اور بیس ہزار سے زائد زخمی ہوئے اور لاتعداد انسان بے گھر ہو گئے۔

یہ 1982ء کی اس بمباری کا خلاصہ ہے جو بعض اخباروں نے شائع کیا ہے۔ آپ نے شاید سنا ہو گا کہ جنگِ عظیم کے آخر پر جب جرمنوں نے انگلینڈ پر اور بیلجیئم پر V-2 راکٹ چھوڑے تھے اور اس کے ذریعہ بمباری کی تھی تو اس دَور کو اس جنگ کا سب سے زیادہ ہولناک اور دردناک دَور بیان کیا جاتا ہے انگلستان کی طرف سے بار بار مختلف وقتوں میں، مختلف سالوں میں ٹیلی ویژنز پر اور دوسرے پروپیگنڈے کے ذریعہ V-2 کی اس بمباری کے تذکرے چلتے رہتے ہیں اور اسے بھولنے نہیں دیا جاتا لیکن آپ حیران ہوں گے کہ اس V-2 کی بمباری کے نتیجے میں سارے انگلستان اور سارے بیلجیئم میں کل ساڑھے سات ہزار اموات ہوئی تھیں اور صرف بیروت میں اس بمباری کے نتیجے میں چودہ ہزار اموات ہو چکی تھیں۔ یہ سارے Terrorism کے واقعات ہیں جو کسی کھاتے میں شمار نہیں ہوتے اور

کوئی مغربی طاقت ان کا نوٹس نہیں لیتی اور اسرائیل کے خلاف اس بارہ میں کوئی آواز بلند نہیں کرتی۔

جہاں تک اسرائیل کے وعدوں کا تعلق ہے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر تم اسرائیل سے صلح کرلو تو اسرائیل سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ یہ سب جھوٹ ہے اور اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ اس کی مثال دنیا میں دکھائی نہیں دیتی۔ میں اعداد و شمار سے یہ بات ثابت کرتا ہوں کہ اسرائیل کے وعدوں کا اتنا اعتبار بھی نہیں جتنا دنیا کے سارے جھوٹوں کے مل کر کئے ہوئے وعدوں کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ 1967ء کی جو جنگ عربوں پر ٹھونسی گئی۔ یعنی وہ جارحانہ جنگ جس کے نتیجے میں عربوں کا ایک بہت وسیع علاقہ اسرائیل نے ہتھیالیا اس جنگ سے پہلے اسرائیل نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہم عربوں کی زمین کا ایک فٹ قبضہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور ساری مغربی طاقتوں کو یقین دلا دیا تھا کہ ہماری نیّت ہی قبضہ کرنے کی نہیں ہے ہم تو صرف فلسطینیوں کو ذرا مزہ چکھانے کے لئے ایسا کر رہے ہیں کہ اگر تم ہم پر حملوں سے باز نہ آئے اور تمہارے حمایتی اسی طرح جرأت کرتے رہے تو ہم اس قسم کی سزا دیں گے۔ یہ مقصد ہے صرف چنانچہ Levi Eshkol ہیں جنہوں نے 1967ء کی جنگ سے پہلے اسرائیل کی طرف سے یہ اعلان کیا تھا۔ یہ پرائم منسٹر تھے۔ کہتے ہیں۔

Israel, said the Prime Minister, had no intenion of annexing even one foot of Arab territory.

ایک فٹ بھی Arab Territory کا ہم نہیں لینا چاہتے یہ اسرائیل کے پرائم منسٹر کا اعلان تھا۔ اس جنگ کے بعد آج تک جتنا رقبہ عربوں کا انہوں نے اپنے قبضہ میں کیا ہے اگر اس کو فٹوں میں بیان کریں تو وہ 73 ٹریلین فٹ بنتے ہیں۔

Billions کی باتیں تو آپ سن چکے ہیں۔ ایک ہزار ملین کا ایک بلین بنتا ہے، ایک ہزار بلین کا ایک ٹریلین بنتا ہے تو ایک فٹ کے بدلے یہ 73 ٹریلین یعنی 73 ہزار بلین Feet عرب رقبہ پر قابض ہو چکے ہیں۔ اس پر مجھے یاد آیا کہ ایک مغربی مصنف نے اسرائیل کی انتقامی کارروائیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مجھے یہ بات تو سمجھ آجاتی ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، ان کی مذہبی تعلیم ہے ایک آنکھ کے بدلے ایک آنکھ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن ایک آنکھ کے بدلے 20 آنکھیں یا اس سے زیادہ کی سمجھ مجھے نہیں آتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس مصنف نے اسرائیل کے ردِّعمل کے اعداد و شمار نہیں نکالے۔ اس وقت اسرائیل کا مذہب ایک کے بدلے 20 آنکھیں نہیں۔ بلکہ ایک آنکھ کے بدلے 20 ہزار یا 20 لاکھ آنکھیں ہیں اور جہاں تک وعدوں کا تعلق ہے وہ منفی صورت میں ایک کے بدلے Trillions کی اعداد و شمار میں وعدہ خلافی کی جاتی ہے۔ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے ابھی بات سنئے جب انہوں نے لبنان پر 82ء میں حملہ کیا جس کا میں مختصراً ذکر کر چکا ہوں تو اس حملے سے پہلے انہوں نے اسی طرح یہ اعلان کیا کہ ہم لبنان کی ایک انچ زمین بھی قبضے میں نہیں لینا چاہتے اور جب لبنان پر قابض ہو کر انتہائی مظالم کرکے ایک لمبے عرصہ تک اور بھی ایسے مظالم کئے جن کا میں نے ذکر نہیں کیا، آخر لبنان چھوڑا تو دریائے لتانی Litani River کے جنوب کا وہ سارا حصہ قبضے میں کرلیا جو شروع سے ہی اسرائیل کے منصوبے میں شامل تھا اور اس رقبے کا انچوں میں رقبہ 8 ٹریلین 830 بلین مربع انچ بنتا ہے۔ تو جب وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک فٹ بھی نہیں لینا چاہتے۔ تو مراد ہوتی ہے ہم 73 ٹریلین لینا چاہتے ہیں اور جب وہ کہتے ہیں۔ ہم ایک انچ بھی نہیں لینا چاہتے تو مراد اس سے ہوتی ہے کہ 8 ٹریلین 830 بلین (مربع انچ) زمین ہم لینا چاہتے ہیں اس پر مجھے خیال آیا کہ ان کی تاریخ کا حساب لگا کر دیکھیں کہ جب تورات میں یہ تعلیم نازل ہوتی تھی کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت تو اس وقت سے اب تک کتنا وقت گزر چکا ہے۔ سیکنڈز میں کر کے دیکھیں تو پھر اندازہ ہو گا ان کی نفسیات کا کہ ہر سیکنڈ یہ اس انتقام کی کارروائی کے جذبے میں کتنا اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں تو مَیں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تورات کی تعلیم کے نزول سے لے کر آج تک تقریباً جو مَیں نے اندازہ لگایا ہے سالوں کو سیکنڈز میں تبدیل کرکے۔ 6 ٹریلین 244 بلین 128 ملین سیکنڈ بنتے ہیں اب آپ اندازہ کریں کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے سے آج تک 6 ٹریلین 244 بلین اور 128 ملین سیکنڈ کا عرصہ گذرا ہے اس عرصہ میں ان کی وعدہ خلافیوں کی نسبت کتنی بڑھ چکی ہے ایک سیکنڈ کی رفتار سے بھی کئی گنا زیادہ رفتار سے یہ جھوٹ بول رہے ہیں اور اسی نسبت سے ان کی انتقام کی تمنائیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔

لبنان کے اوپر ظلم و ستم کی جو بارش برسائی گئی اس کے متعلق صرف ایک اقتباس میں ایک مغربی مبصر کا آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہاں اس وقت کینیڈین ایمبیسڈر (Theodore Argand) تھے۔ انہوں نے اس بمباری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اس بمباری کو دیکھ کر 1944ء کی برلن کی بمباری یوں معلوم ہوتا تھا جیسا ایک Tea Party ہو رہی ہو یعنی اگر بمباری یہ ہے تو برلن پر جو نہایت خوفناک بمباری 1944ء میں کی گئی تھی وہ اس کے مقابل پر ایک Tea Party کی حیثیت رکھتی تھی۔

بعض مبصرین نے بہت عمدہ تجزیہ کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ محض PLO کے قتلِ عام کا منصوبہ نہیں تھا بلکہ فلسطین کی خودی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کا منصوبہ تھا اور خود Dr.Nahum Goldman جو Zionism کے بانی مبانی ہیں اور سالہا سال تک World Jewish Congress اور World Zionist Organization کے صدر رہے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

The apparent aim is to liquidate,the Palestinan people

جو بھی ہمارے منصوبے تھے ان کا کھلا کھلا مقصد یہی تھا کہ فلسطینیوں کو تحلیل کر دیا جائے ان کو صفحۂ ہستی سے ناپید کر دیا جائے۔

فلسطین کے خلاف اور فلسطینیوں کے خلاف اس قوم نے جو ظالمانہ رویہ اختیار کئے رکھا ہے اس میں فلسطینی لیڈرشپ کی کردارکشی نے بھی بہت ہی اہم کردار ادا کیا

ہے۔ چنانچہ ایک مغربی مبصر لکھتے ہیں کہ یہ ہمیشہ فلسطینیوں کی کردارکشی کرتے چلے جارہے ہیں یہاں تک کہ فلسطینیوں کو مخاطب بھی اس طرح کرتے ہیں کہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ فلسطینی کا نام لیا گیا ہو اور کوئی تحقیر کا اور تذلیل کا لفظ استعمال نہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ یہ کہنے کی بجائے کہ فلسطینیوں نے ایسا کیا، کہتے ہیں Terroristsیہ کرتے ہیں۔ Animals یہ کیا کرتے ہیں۔ Bastards ایک گندی گالی ہے وہ یہ کیا کرتے ہیں اور بیروت میں عرفات کو ہٹلر کے Bunker میں بیٹھا ہوا عرفات بیان کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے تک یہ فلسطینیوں سے نفرت کی وجہ یہ بیان کیا کرتے تھے کہ فلسطینی ہمارے وجود کو تسلیم نہیں کرتے تو ہم ان کے وجود کو کیوں تسلیم کریں ہم کس سے بات کریں ان سے بات کریں کہ جو کہتے ہیں کہ تمہیں سمندر میں پھینک دیا جائے۔ لمبے عرصے کی کوششوں اور ناکامیوں کے بعد آخر یاسر عرفات نے ان کا یہ عذر دور کرنے کی کوشش کی اور یونائیٹڈ نیشنز کے اس اجلاس میں جس میں یاسر عرفات کو بلایا گیا، انہوں نے کھلم کھلا تمام قوموں کے سامنے یہ اقرار کیا کہ مَیں تمام فلسطینی آزادی کی تحریک کی طرف سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہم اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے زندہ رہنے کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ جب یہ اعلان کر دیا گیا تو اس کے چند دن کے بعد اسرائیل کی طرف سے اس کے جواب میں یہ اعلان ہوا۔

The only useful thing the PLO could do, said the spokesman of the Israel foreign ministry,was to disappear. Palestine no longer existed and therefore there was no point in it having a liberation movement.

انہوں نے اعلان کیا کہ فلسطین کے وجود کا معنی ہی کوئی نہیں یہ ختم ہو چکا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور ان کی وزارتِ خارجہ نے یہ اعلان کیا کہ یہ جو یاسر عرفات نے ہمیں تسلیم کیا ہے اس کے جواب میں ہمارا ردِّ عمل یہ ہے اور ہمارا فلسطینیوں کو مشورہ یہ ہے کہ وہ تحلیل ہو جائیں وہ ختم ہو جائیں، کالعدم ہو جائیں، ان کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ وہ قوم ہے جس کے ظلم واستبداد سے آنکھیں بند کر کے کمزور مظلوم فلسطینیوں کو مسلسل نہایت ظالمانہ پروپیگنڈے کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ان کی ساری زمینیں چھین لی گئی ہیں، ان کو ملک بدر کر دیا گیا ہے، ان پر آئے دن انتہائی ظالمانہ کارروائیاں کی جاتی ہیں۔ قتلِ عام کیا جاتا ہے۔ بستیوں کی بستیاں منہدم کر دی جاتی ہیں اور وہ دربدر پھر رہے ہیں ان کا کوئی وطن نہیں رہا۔ 40 لاکھ فلسطینی دنیا میں دربدر پھر رہا ہے اور ان کے وطن میں یہود کا پودا لگا کر اور اس کے پاؤں جما کر ان کی تعداد میں دن بدن اضافہ کیا جاتا رہا ہے اور کیا جارہا ہے۔ ان ساری کوششوں کے باوجود آج بھی فلسطین میں کل25 لاکھ یہودی ہیں اور ابھی تک 15لاکھ فلسطینی وہاں موجود ہیں اور اس تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور آئندہ ان کے منصوبوں میں یہ بات داخل ہے کہ جب مغربی کنارے کو ہم یہودیوں سے بھر لیں گے تو پھر مزید جگہ کے مطالبے شروع کریں گے۔ پس پہلے یہ مکان بڑھاتے ہیں پھر آبادی بڑھاتے ہیں پھر مکان بڑھاتے ہیں پھر آبادی بڑھاتے ہیں۔ یہ ان کا طریق ہے اور وہ فلسطینی جو اس سرزمین پر سینکڑوں سال سے قابض تھے۔ وہیں پیدا ہوئے، وہیں کی مٹی میں پلے اور بنے اور بڑے ہوئے ان فلسطینیوں کو وہاں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ کہتے ہیں تمہارا کوئی ملک نہیں، تمہارا کوئی وجود نہیں ہم تمہیں تسلیم نہیں کرتے۔ سوال یہ ہے کہ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے امریکہ کس برتے پر کس خیال سے، کس حکمتِ عملی کے نتیجے میں یہودیوں سے اپنے معاشقے کو قائم رکھے ہوئے ہے اور جس طرح ہمارے محاورے میں سانڈ چھوڑنا کہتے ہیں اس طرح عربوں کے کھیتوں میں ایک سانڈ چھوڑا ہوا ہے۔ عام کھیتوں میں جو سانڈ چھوڑے جاتے ہیں وہ تو سبزیاں کھاتے ہیں، یہ ایک ایسا سانڈ ہے جو خون پی کر پلتا ہے اور گوشت کھا کر بڑھتا ہے اور کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔

ایک ریزولیوشن کی باتیں آپ نے بہت سنی ہیں کہ عراق جب تک اس ریزولیوشن پر عمل نہ کرے ہم عراق کو مارتے چلے جائیں گے اور برباد کرتے چلے جائیں گے اور اس کو کویت سے نکالنے کے باوجود بھی اس وقت تک ہم اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ یہ امکان نہ مٹ جائے، یہ احتمال ہمیشہ کے لئے نہ مٹ جائے کہ بیسیوں سال تک کبھی عراق کی سرزمین سے کوئی شخص سر اٹھا سکے۔ اس کے مقابل پر اسرائیل کی ظالمانہ کارروائیوں کے نتیجے میں جب بھی سیکیورٹی کونسل میں ریزولیوشنز پیش ہوئے کہ ان کارروائیوں کو روکا جائے یا ان کا رُخ موڑا جائے تو ہمیشہ امریکہ نے ان ریزولیوشنز کو ویٹو کیا۔ 27 مرتبہ ایسا ہو چکا ہے کہ سیکیورٹی کونسل میں اسرائیل کو ظالم قرار دیتے ہوئے اس سے مطالبہ کیا گیا کہ تم عرب علاقے خالی کرو اور ظلم سے ہاتھ کھینچو اور 27 مرتبہUnited States کے نمائندے نے اس کو ویٹو کر دیا اور United States کی ویٹو اکثر صورتوں میں اکیلی تھی جب کہ دوسری ویٹو کی تاریخ کا میں نے مطالعہ کیا ہے اس میں اکثر صورتوں میں دو تین دوسرے بھی شامل ہوتے ہیں لیکن باقی سب کے مقابل پر United States اکیلا اسرائیل کا حمایتی بن کر ان ریزولیوشنز کے خلاف ویٹو کا حق استعمال کرتا رہا۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ وہ ریزولیوشنز کتنے ہیں جن میں کچھ نہ کچھ اسرائیل کی مذمت کی گئی ہے اور اسرائیل کو متوجہ کیا گیا کہ تم ظلم سے باز آؤ تو ان کی تعداد بھی 27 بنتی ہے جو پاس ہوئے اور ان میں سے اکثر میں امریکہ نے Abstain کیا ہے۔ جن ریزولیوشنز کی زبان بہت زیادہ سخت تھی ان کو تو پاس ہی نہیں ہونے دیا جن میں مذمت ہی کی گئی تھی، زبان بہت سخت نہیں تھی ان میں امریکہ الگ رہا اور ان کی تائید میں ووٹ نہیں ڈالا اور 242 جس کا ذکر آپ نے بہت سنا ہوا ہو گا وہ ریزولیوشن جس میں اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ 67ء کی ہتھیائی ہوئی اپنی زمینیں واپس کرو۔ اس ریزولیوشن کو پاس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایسی عبارت داخل کر دی گئی ہے جس کے نتیجے میں اسرائیل کے حمایتیوں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار آ گیا ہے کہ جس طرح چاہیں اس ریزولیوشن کا مطلب نکال لیں صرف وہ ایک ریزولیوشن

ہے جس پر امریکہ نے اثبات کیا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ کیوں ہو رہا ہے عقل بھنا جاتی ہے کہ یہ قابل فہم بات دکھائی نہیں دیتی۔ کیوں آخر اس طرح ہوتا چلا جا رہا ہے؟ کیا مقصد ہے امریکہ کا اسرائیل کی اس طرح پُر زور حمایت کرنے کا؟

اسرائیل کے خلاف مذمت کے جو ریزولیوشنز سیکیورٹی کونسل میں پاس ہوتے رہے ان کے مطالعہ سے ایک اور دلچسپ بات میرے سامنے یہ آئی کہ ان ریزولیوشنز کے رویے میں اور عراق کے خلاف ریزولیوشنز کے رویے میں زمین آسمان کا ایک فرق ہے۔ عراق کو سانس نہیں لینے دیا گیا۔ موقعہ ہی نہیں دیا گیا۔ ایک طرف یہ ریزولیوشن پاس ہوا کہ Sanctions ہوں۔ خوراک بند ہو جائے، دوائیاں تک بند ہو جائیں، کوئی چیز کوئی پتا بھی داخل نہ ہو سکے اور Sanctions ابھی کچھ عرصہ جاری ہوئی تھیں تو فیصلہ کر لیا گیا کہ اب اس پر حملہ کیا جائے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ Sanctions سے بہت پہلے حملے کا منصوبہ مکمل ہو چکا تھا۔

Sanctions کا مطلب یہ تھا کہ حملے سے پہلے بھوک سے مارا جائے اور ضرورت کی اشیاء کی نایابی کا عذاب دے کر مارا جائے۔ یہاں تک کہ بعد میں بچوں کے دودھ پلانٹ پر بھی حملہ ہوا تو یہ اس کا مقصد تھا۔ اس رویے میں اور اس رویے میں جو اسرائیل کے عدم تعاون کے بعد سیکیورٹی کونسل نے اختیار کیا زمین آسمان کا فرق ہے۔ ان کے ریزولیوشنز کی زبان یہ بنتی ہے کہ دیکھو اسرائیل! ہم نے تمہیں فلاں فلاں وقت بھی کہا تھا کہ تم عرب علاقہ واپس کر دو اور تم اب تک اس میں جمے ہوئے ہو ہم اس کو نہایت ہی غصے کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم یہ بات پسند نہیں کرتے۔ پھر ریزولیوشن پاس ہوتا ہے کہ اے اسرائیل! ہم نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ ہم بُرا منائیں گے اور ہم برا منا رہے ہیں۔ پھر ریزولیوشن پاس ہوتا ہے کہ ہم نے پہلے بھی دو دفعہ بتایا تھا کہ ہم بہت بُرا منا رہے ہیں اور ہم ایسے اقدام کرنے پر مجبور ہوں گے جس سے تم پر ثابت ہو جائے کہ ہم بُرا منا رہے ہیں اور پھر ریزولیوشن پاس ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے کہا تھا ہم اب مجبور ہو گئے ہیں تمہیں یہ بتانے پر کہ ہم بہت ہی بُرا منا رہے ہیں۔ اس کے سوا کوئی ریزولیوشن پاس نہیں ہوا۔ یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے ہمارے ہاں U.P کے متعلق یہ لطیفہ ہے کہ وہاں لوگ ذرا لڑائی سے گھبراتے ہیں تو U.P والے کو جب کوئی مارے اور مارنے والا طاقتور ہو تو وہ اس کو کہتا ہے کہ ''اب کے مار''۔ اب مار کے دیکھ وہ دوبارہ مارتا ہے تو کہتا ہے ''اب کے مار'' پھر دوبارہ مارتا ہے تو کہتا ہے ''اب کے مار'' چنانچہ یہ لطیفہ تو شاید فرضی ہوگا۔ U.P کے بڑے بڑے بہادر لوگ ہیں، جیالے ہیں، بڑے بڑے مقابلے انہوں نے دشمنوں سے کئے ہیں مگر یہ لطیفہ United Nations کے حق میں ضرور صادق آتا ہے۔ ہر دفعہ اسرائیل مار پر مار دیتا چلا گیا ہے اور کھلم کھلا بغاوت کے رنگ میں کہتا رہا ہے تمہارے ریزولیوشنز کی حیثیت کیا ہے۔ رَدّی کا کاغذ ہے میں پھاڑ کر رَدّی کی ٹوکری میں پھینک دوں گا۔ مَیں پاؤں تلے روند دوں گا اور ہر دفعہ United Nations کہتی ہے اب کے مار۔ اب اگر تم نے ایسا کیا تو ہم بہت ہی بُرا منائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیوں یہ پاگل پن ہو رہا ہے۔ کوئی حد ہوتی ہے۔ یہ ناقابلِ فہم باتیں ہیں یقین نہیں آسکتا کہ دنیا میں یہ کچھ ہو سکتا ہے لیکن ہو رہا ہے۔

اس United Nations کا فائدہ کیا ہے؟ مَیں تو یہ سوچتا ہوں اور عرب اور مسلمان ممالک کو اگر وہ ہوشمند ہیں اور باقی دنیا کو بھی یہ سوچنا چاہئے کہ اس United Nations کا کیا فائدہ ہے جو عملاً صرف ان بڑی قوموں کے مفاد میں فیصلے کرتی ہے جو بڑی قومیں یونائیٹڈ نیشنز پر قابض ہو چکی ہیں اور یونائیٹڈ نیشنز کا دستور جن کو یہ طاقت دیتا ہے کہ جب چاہیں کسی کے خلاف ظلم کریں اور ساری دنیا کی قوموں کو یہ طاقت نہ ہو کہ اس ظلم کے خلاف آواز ہی بلند کر سکیں۔ اگر وہ آواز بلند کرنے کی کوشش کریں تو اس کو وِیٹو کر دیا جائے اور اپنے کسی چیلے سے جس طرح چاہیں کسی پر ظلم کروائیں کسی دنیا کی طاقت نہ ہو کہ وہ اس کے خلاف آواز بلند کرے اور کلیۃً دنیا کی تقدیر ان کے ہاتھ میں ہو۔ یونائیٹڈ نیشنز کی یہ کیفیت ہے۔ جب عربوں کے خلاف یا مسلمانوں کے خلاف فیصلے کرنے ہوں تو انتہائی ظالمانہ فیصلے کئے جائیں اور جب ان کے حق کی بات ہو تو سوائے چند آوازیں نکالنے کے اس کی اور کوئی بھی حیثیت نہیں۔

بچپن میں مجھے مرغیاں پالنے کا شوق تھا مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض مرغیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ بیٹھیں پالنے والے کے صحن میں کرتی ہیں اور انڈے دوسرے کے صحن میں جا کر دیتی ہیں۔ پس United Nations کی مرغی تو ویسی ایک مرغی ہے۔ بیٹھیں کرنے کے لئے عربوں اور مسلمانوں کے صحن رَہ گئے ہیں اور انڈے دینے کے لئے اسرائیل اور مغرب کے صحن ہیں۔ پس اگر یہی یونائیٹڈ نیشنز کا تصور ہے اور یہی اس کے مقاصد ہیں تو دنیا کو سوچنا چاہئے۔ چنانچہ اس بارہ میں میں بعد میں ان شاءاللہ جب دنیا کو عمومی مشورے دوں گا تو ان کو ایک مشورہ اس سلسلے میں بھی دوں گا۔

ایک ہی بات بالآخر سمجھ آتی ہے کہ مغربی دنیا دَرحقیقت اسلام سے گہری دشمنی رکھتی ہے۔ اور اس دشمنی کے پس منظر میں جیسا کہ مَیں نے پہلے بیان کیا تھا تاریخی رقابتیں بھی ہیں اور اس دشمنی کی وجہ ایک وہ خوف بھی ہے جو جاہل ملّاں اسلام کے متعلق مغربی دنیا اور دوسری دنیا کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ اپنی جہالت سے اسلام کا ایک ایسا تصور پیش کرتا ہے جس سے دنیا خوف کھاتی ہے کہ یہ لوگ اگر طاقت پائیں گے تو ہم پر جبر و تشدد کریں گے۔ اس مسئلے کے متعلق بعد میں جب مَیں مسلمانوں کو مشورہ دوں گا تو پھر اس ذکر کو چھیڑوں گا۔ یہ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسرائیل کو مسلمانوں کے پیچھے ڈال کر اگر ان کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کی مدافعانہ طاقت کو توڑ دیں گے یا اس طرح اسرائیل ان مظالم کو بھول جائے گا جو مغرب نے اسرائیل پر کئے ہوئے ہیں یا ان مظالم کا بدلہ مسلمانوں سے لیتا رہے گا تو یہ ان کی سب سے بڑی حماقت ہے۔ اسرائیل کے انتقام کی یادداشت بہت قوی ہے اور نہ مٹنے والی ہے اور اسرائیل کے احسان کی

یادداشت اس طرح ہے جس طرح پانی پر تحریر لکھی گئی ہو۔ آپ کو اگر اسلامی تاریخ سے واقفیت ہو تو آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ 800 سال تک سپین پر مسلمانوں نے جو حکومت کی ہے اس تاریخ میں ایک واقعہ بھی کسی یہودی پر ظلم کا آپ کو دکھائی نہیں دے گا۔

مسلمانوں کی طاقت کے اَدوار میں جب بھی آپ جس دَور پر بھی نظر ڈالیں، ایک دوسرے پر ظلم تو آپ کو دکھائی دے گا اور وہ بھی اس وقت جب ملّاں ایک فرقے کے ماننے والوں کو دوسرے فرقوں کے ماننے والوں کے خلاف بھڑکاتا رہا لیکن یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف اسلام کی تاریخ میں آپ کو کوئی مظالم دکھائی نہیں دیں گے۔ تین ایسے قبائل ہیں جن کا تاریخ اسلام کے آغاز سے تعلق ہے۔ جنہوں نے باربار معاہدہ شکنی کی اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے دھوکے کئے۔ ان کے خلاف جنگ کے دوران حملہ آوروں سے ملتے رہے، ان تین قبائل کے خلاف بالآخر مسلمانوں کو کارروائی کرنی پڑی۔ وہ قبائل ہیں بنو قینقاع، بنونضیر، بنو قریظہ۔

جب 1947ء میں یونائیٹڈ نیشنز میں اسرائیل کے قیام پر بحث ہو رہی تھی تو وہاں اسرائیلیوں نے مسلمانوں کو طعن دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا حق ہے اور تمہیں تو ہمیں اپنے گھروں سے نکالنے کی عادت ہے۔ ہم آج تک نہیں بھولے جو تم نے بنو قریظہ اور بنو نضیر اور بنو قینقاع سے کیا تھا، تو یہ عجیب یادداشت ہے کہ فرضی مظالم کی یادیں تو 1400 سال سے زندہ رکھے ہوئے ہیں اور حقیقی احسانات کی یادوں کو بھولتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ عجیب قوم ہے کہ یہ بات بھول گئے ہیں کہ جب ازابیلا اور فرڈینینڈ نے 1490ء میں یہودیوں کے سپین سے انخلاء کا حکم دیا تو اس سے پہلے تقریباً 200 سال مسلسل سپین میں یہودیوں پر ظلم ہوتے رہے لیکن وہ ایسے ظلم تھے کہ ان کے نتیجے میں یہود نے پھر بھی وہاں سے نکلنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ بالآخر جبراً ان کو عیسائی بنایا گیا اور جب بڑی تعداد میں یہودی عیسائی بن گئے تو پھر یہ تحریک شروع کی کہ یہ جھوٹے عیسائی ہیں دھوکہ دینے کے لئے عیسائی بنے ہیں۔ ابھی بھی بہت امیر ہو گئے ہیں اس لئے ان کی دولت چھیننے کے لئے کوئی بہانہ تلاش کرو۔ چنانچہ ازابیلا کو اور فرڈینینڈ کو اس وقت کے عیسائی پادریوں نے باربار یہ تحریص کی اور لالچ دلائی کہ اس قوم کا ایک ہی علاج ہے کہ ان کی عیسائیت پر اعتماد نہ کیا جائے اور ہمیں Inquisition کی اجازت دی جائے۔ Inquisition سے مراد ہے وہ ٹارچر کرنے کے ذرائع جو عیسائی دنیا اپنے مخالفوں کے خلاف استعمال کرتی تھی اور ان ذرائع سے نہایت ہی دردناک مظالم غیر عیسائیوں پر کئے جاتے تھے اور ان عیسائیوں پر کئے جاتے تھے جن کے دین پر شک ہو۔ چنانچہ ایک لمبے عرصے تک یہ بحث جاری رہی۔ ازابیلا چونکہ یورپ سے ناراض تھی Sixtus IV تھا غالباً اس وقت، اس سے کسی وجہ سے ناراض تھی۔ وہ اس کی مرضی کے کارڈینل مقرر نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اس نے اجازت نہیں دی کہ پوپ کی مقرر کردہ کوئی کمیٹی Inquisition کے کام سپین میں کرے۔ بالآخر فرڈینینڈ کو عیسائی پادریوں نے یہ لالچ دی کہ اگر تم اس کی اجازت دے دو تو یہود کے جتنے اموال چھینے جائیں گے یہ ہم تمہارے قبضے میں دیں گے۔ ہمیں صرف ظلموں کی اجازت دو، اموال تمہارے۔ چنانچہ 1480ء سے Inquisition شروع ہوئی۔

Inquisition کی تاریخ حقیقتاً اتنی دردناک ہے کہ شاید ہی کبھی انسانی تاریخ میں ایسے دردناک مظالم کی مثال آپ کو نظر آتی ہو جیسے اس زمانے میں یہودیوں پر عیسائیوں کی طرف سے کئے گئے۔ اس کے باوجود دل نہیں بھرا تو 1492ء میں ان کے انخلاء کا حکم جاری کر دیا گیا۔

آپ کو یاد ہو گا کہ Black Death جو 1347ء سے 1352ء تک یورپ میں ہلاکت خیزی کرتی رہی۔ Black Death یعنی طاعون کا وہ حملہ یورپ میں 1347ء سے 1352ء تک بکثرت انسانی جانوں کی ہلاکت کا موجب بنا۔ Black Death کے زمانے میں یورپ میں پہلے ہی یہود پر مظالم کئے جا رہے تھے اور فرانس میں سب سے زیادہ مظالم کئے گئے۔ چنانچہ وہاں کے مظالم کا تصور کریں کہ وہاں سے بھاگ کر انہوں نے پہلے فرانس میں اور پھر یورپ کے دیگر ممالک میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن وہاں بھی ان کو پناہ نہیں ملی اور ان پر مظالم جاری رہے۔

پناہ اگر ملی تو فلسطین کی اسلامی حکومت نے دی ہے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے اور دوبارہ بھی Natsi مظالم کے زمانے میں پھر یہ فلسطین پناہ لینے گئے ہیں۔ پس ساری اسلامی تاریخ میں ان کے ساتھ احسان پر احسان کا سلوک کیا جاتا رہا۔ ان کے علم و فضل نے مسلمانوں کی گودوں میں پرورش پائی ہے اور ظلم ہوئے ہیں یوریپینز کی طرف سے اور مغربی عیسائی قوموں کی طرف سے اور ان کا بدلہ یہ مسلمانوں سے لے رہے ہیں۔ یہ تصور ہے جو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ذہن میں ہے کہ اس سے بہتر اور کیا سودا ہو گا۔ یہودیوں کو مسلمانوں کے گلے ڈال دو اور ہمارے ظلموں کا انتقام مسلمانوں سے لیں۔ ایک ہی تیر سے دونوں مارے جائیں اس سے زیادہ اور کیا حکمت عملی کی پالیسی ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ یہ بات بھول رہے ہیں کہ یہودی ظلم بھولنے والی قوم نہیں ہے۔ ان کی سرشت کے خلاف ہے یہ ناممکن ہے کہ مغرب سے یہ اپنے مظالم کا بدلہ نہ لیں۔ وقت کی بات ہے آج یہ مسلمانوں کا خون چوس کر طاقت حاصل کریں گے اور یہ طاقت ابھی اتنی بڑھ چکی ہے اور ایسی خوفناک ہو چکی ہے کہ ان کے جرنیل کھلم کھلا کہہ رہے ہیں کہ ہم تو سوویٹ یونین سے ٹکر لے کر اس کو بھی شکست دینے کی طاقت رکھتے ہیں جو ٹیکنیکل Know How جنگی ہتھیار بنانے کا ہے اس میں بہت سی شاخوں میں یہ امریکہ سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ ایٹم بم بنا چکے ہیں دوسرے مہلک ہتھیار بنا چکے ہیں یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ کیوں یہ طاقت بڑھتی چلی جا رہی ہے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی بڑی ہی جہالت ہو گی اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان کے حملوں سے ڈر کر یہ ویسا کر رہے ہیں بہت بڑی بے وقوفی ہے مسلمان حملوں سے ڈرنا کیا، جب بھی مسلمان بے چاروں نے ٹکر لی ہے ان کی طاقت کو تہس نہس کر دیا ہے اور ہر حملہ آور کو ایسی ظالمانہ شکست دی ہے کہ اس سے سارے عالمِ اسلام کی گردن

شرم سے جھک جاتی رہی ہے۔ ان کو مسلمانوں سے کیا خوف ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دنیا کی فتح کے منصوبے ہیں پہلے تیل کی طاقت پر قبضہ کیا جائے گا۔ ہر قدم کے بعد جب اس قدم کی یادداشت پھیکی پڑ جائے گی پھر اگلا قدم اُٹھے گا۔ پھر اس کے بعد اگلا قدم اُٹھے گا۔ پھر اگلا قدم اُٹھے گا۔ اس لئے جب مَیں کہتا ہوں کہ مکّے اور مدینے کو خطرہ ہے اور توحید کو خطرہ ہے تو اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے انہوں نے بالآخر لازماً تیل کے چشموں پر قابض ہونا ہے یعنی نیّت ان کی یہ ہے۔ آگے خدا کی تقدیر اور رنگ دکھائے اور ہماری دعائیں بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوں تو اَور بات ہے ورنہ بظاہر جو منصوبہ ہے وہ یہی ہے۔ اس کے بعد یہ مغرب سے اپنے بدلے لیں گے اور ایسے ہولناک بدلے لیں گے کہ مغرب ان کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ یہ جنگ کا بگل بجانے والی قوم ہے اور جنگ کا بگل David Ben-Gurion بجا چکے ہیں۔ تقریباً 4000 سال پہلے کی آواز ان کے کانوں میں گونج رہی ہے کہ جنگ اور جنگ اور جنگ اور اس کے سوا تمہارے قیام کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

پس اگر امریکہ اور اس کے اتحادی اس خوش فہمی میں ہیں کہ وہ یہودیوں کو بھی پاگل بنا رہے ہیں اور مسلمانوں کو بھی پاگل بنا رہے ہیں اور ایک کو دوسرے کے خلاف لڑا رہے ہیں تو یہ ان کی غلط فہمی ہے۔......

اگر امریکہ ان باتوں کو سمجھنے پر آمادہ نہیں جیسا کہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت اپنے تکبر کے نشے میں اتنی بلند پروازی ہے کہ اپنے ہی بنائے ہوئے فرضی ظلموں کے مینار کی چوٹیوں پر بیٹھے ہوئے دنیا کو ملاحظہ کر رہے ہیں تو پھر آئندہ کیا ہوگا اور خدا کی تقدیر ان کو کیا دکھائے گی۔ اُس کے متعلق میں ان شاءاللہ آئندہ خطبے میں کچھ بیان کروں گا اور یہود کو بھی مشورہ دوں گا اور مسلمانوں کو بھی اور باقی دنیا کو بھی۔ آج کا وقت جدید انسانی تاریخ میں انتہائی نازک وقت ہے۔ ابھی وقت ہے کہ ہم اس ظلم اور استبداد کے دھارے کا رُخ موڑ سکتے ہیں۔ ابھی معاملہ اتنا زیادہ ہاتھ سے نہیں نکلا اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ان مشوروں کو قبول کرلیا گیا جو مَیں قرآنی تعلیم کے نتیجے میں، اُس کی مطابقت میں دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں تو ان شاءاللہ اس ظلم کے دھارے کا رُخ ہم واپس موڑنے میں کامیاب ہوجائیں گے لیکن ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہماری حیثیت صرف عاجز دعا گو بندوں کی حیثیت ہے اور ہماری دعائیں لازماً وہ کام کرسکتی ہیں جو ہماری ظاہری کوششیں بظاہر نہیں کرسکتیں۔ بظاہر کیا؟ فی الحقیقت بھی نہیں کرسکتیں۔ ہماری کوششوں کی کوئی حیثیت نہیں اتنی بھی نہیں ہے کہ ہم جو امریکہ کو ایسے الفاظ میں مخاطب کر رہے ہیں، اس سے ان کے وجود کا ایک بال بھی کانپے یا ہلے یا اس میں جنبش محسوس ہو، اس کے باوجود مَیں جانتا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ یہ مقدر ہے کہ دنیا کے آخر پر اگر دنیا کی تاریخ کا رُخ موڑنا ہے تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی دعاؤں نے موڑنا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق کی دعاؤں نے موڑنا ہے اور خدا کے عاجز بندوں کی پگھلی ہوئی دعاؤں نے موڑنا ہے۔ خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ لکھتے ہیں کہ یہ مقدر تھا اور ہے اور ایسا ضرور ہوگا۔ آپؑ فرماتے ہیں جب مسیح کی روح آستانہ الوہیت میں پگھلے گی اور راتوں کو اس کے سینے سے دردناک آوازیں اُٹھیں گی تو خدا کی قسم دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اس طرح پگھلنے لگیں گی جیسے برف دھوپ میں پگھلتی ہے اور اس طرح ان طاقتوں کے ہلاک ہونے کے دن آئیں گے اور ان کے تکبر کے ٹوٹنے کے دن آئیں گے۔

(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد نمبر 16 صفحہ: 318،317)

مسیح موعودؑ تو آج نہیں لیکن مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح جماعت احمدیہ میں زندہ ہے۔ پس اے مسیح موعودؑ کی روح کو اپنے سینوں میں لئے ہوئے احمدیو! خدا کے حضور راتوں کو اُٹھو اور اس طرح پگھلو اور دردناک کراہ کے ساتھ اور دردناک چیخوں اور سسکیوں کے ساتھ خدا کے حضور گریہ وزاری کرو اور یقین رکھو کہ جب تمہاری روحیں خدا کے آستانے پر پگھلیں گی تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے پگھلنے کے دن آجائیں گے اور یہ وہ تقدیر ہے جسے کوئی دنیا کی طاقت تبدیل نہیں کرسکتی۔

(خطباتِ طاہر، جلد دہم صفحہ 168-144)

## یہ سیاست ہے تو پھر کیا کہیں نادانی کو

ہم نے کھلنے نہ دیا بے سر و سامانی کو
کہاں لے جائیں مگر شہر کی ویرانی کو

صرف گفتار سے زخموں کا رفو چاہتے ہیں
یہ سیاست ہے تو پھر کیا کہیں نادانی کو

کوئی تقسیم نئی کرکے چلا جاتا ہے
جو بھی آتا ہے مرے گھر کی نگہبانی کو

اب کہاں جاؤں کہ گھر میں بھی ہوں دشمن اپنا
اور باہر مرا دشمن ہے نگہبانی کو

بے حسی وہ ہے کہ کرتا نہیں انساں محسوس
اپنی ہی روح میں آئی ہوئی طغیانی کو

آج بھی اس کو فراز آج بھی عالی ہے وہی
وہی سجدہ جو کرے وقت کی سلطانی کو

آج یوسف پہ اگر وقت یہ لائے ہو تو کیا
کل تمہیں تخت بھی دو گے اسی زندانی کو

صبح کھلنے کی ہو یا شام بکھر جانے کی
ہم نے خوشبو ہی کیا اپنی پریشانی کو

وہ بھی ہر آن نیا میری محبّت بھی نئی
جلوۂ حسن کشش ہے مری حیرانی کو

کوزۂ حرف میں لایا ہوں تمہاری خاطر
روح پر اترے ہوئے ایک عجب پانی کو

(عبیداللہ علیمؔ)

# ارضِ مقدّسہ پر قبضہ کی تاریخ

مکرم محمد لقمان مجوکہ صاحب، ممبر تاریخ کمیٹی جرمنی

آجکل شرق اوسط دنیا کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ تقریباً دو ماہ سے جاری اسرائیل اور حماس کی جنگ اور اس ضمن میں جنگ زدہ علاقوں کی دل دہلا دینے والی خبروں اور تصویروں نے عام انسان کی قوتِ برداشت کو موقوف کر دیا ہے۔ مگر اس ساری جنگ کا پس منظر کیا ہے۔ اس مضمون میں اس جنگ کے تاریخی حقائق بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

فلسطین کا قضیہ تقریباً 7 دہائیوں پر پھیلا ایک ایسا مسئلہ ہے، جس کی شروعات انیسویں صدی کے آخر پر یورپی یہودیوں میں بننے والی ایک سیاسی تحریک سے ہوئی جو بعد میں صیہونیت کے نام سے مشہور ہوئی۔ صیہون اصل میں یروشلم یعنی بیت المقدس میں موجود ایک ٹیلے کا نام ہے اور استعارۃً بیت المقدس یا ایک یہودی وطن کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ گو کہ صیہونیت کا تصور مختلف یہودی دانشور مختلف اوقات میں دیتے آئے ہیں بلکہ صیہونیت کی اصطلاح Nathan Birnbaum نامی ایک آسٹریا کے یہودی دانشور نے پہلی دفعہ استعمال کی تھی۔ مگر صیہونیت کے اصل بانی کے طور پر یہودی سیاسی راہنما Theodor Herzel کو گنا جاسکتا ہے جس نے انیسویں صدی کے آخر میں اس خیال سے کہ یورپ میں یہودی آبادی کو کئی صدیوں سے ظلم کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے اور اس کا واحد حل ایک علیحدہ یہودی ریاست ہے۔ اپنے ان خیالات کا اظہار اس نے جرمن زبان میں تحریر اپنی مشہور کتاب Der Judenstaat یعنی یہودی ریاست میں کیا بلکہ اس کے قیام کے مختلف طریق تفصیل سے بیان کئے۔ شروع میں Herzel نے اس بات پر زور دیا کہ یہودی ریاست فلسطین میں یا ارجنٹینا میں قائم کی جا سکتی ہے بلکہ ایک وقت یوگنڈا میں بھی اس ریاست کے قیام سے متعلق سوچا گیا۔ کتاب لکھنے کے ایک سال بعد یعنی 1897ء میں Herzel نے سوئٹزرلینڈ کے شہر Basel میں ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جس کے شاملین نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ سے فلسطین میں یہودی آبادکاری کے لیے مختلف اقدامات کئے جائیں گے۔ یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ بعض یہودی سیاسی اور مذہبی حلقے صیہونی تحریک کی مخالفت بھی کر رہے تھے مثلاً بعض یہودی فرقوں کے عقائد کے مطابق مسیح کے نزول سے پہلے ایک یہودی ریاست قائم کرنا تورات کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ آج بھی ایسے یہودی فرقے موجود ہیں جو اس بنا پر اسرائیل کے قیام کی مخالفت کرتے ہیں۔ غرض Herzel اور صیہونی کانگرس نے مختلف طریق سے یہودی ریاست کے قیام کے لئے عملی اقدامات شروع کئے۔ 1904ء میں Herzel کی وفات تک صیہونیت ایک مضبوط تحریک بن چکی تھی۔ سلطنت عثمانیہ کے دَور میں صیہونی تحریک نے کوشش کی کہ عثمانی سلطان ان کے مطالبات پر زیادہ دھیان دے لیکن اس نے اس طرف توجہ نہ دی۔

اس دوران صیہونی تحریک کی طرف سے یہ کوشش بھی شروع ہوئی کہ فلسطین کے عربوں سے بڑے پیمانہ پر زمین خرید کر یہودی بستیاں آباد کی جائیں۔ بیسویں صدی کے بعد اس طرح فلسطین میں یہودی آبادی میں اضافہ شروع ہوا۔ 1914ء تک فلسطین میں چھ لاکھ عرب جبکہ 85 ہزار یہودی آباد تھے۔ جنگ عظیم اوّل کے اختتام اور سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد فلسطین کا علاقہ برطانوی استعمار کے زیر قبضہ چلا گیا۔ اس دَور میں صیہونی تحریک کی مسلسل کوششوں کے نتیجہ میں برطانیہ کے وزیر خارجہ Lord Balfour نے ایک بیان میں اس بات کی ضمانت دی کہ برطانیہ فلسطین میں ایک یہودی ریاست کے قیام کی تائید کرے گا۔ اس کے بعد یورپ سے یہودی آبادکار زیادہ تعداد میں فلسطین آنا شروع ہوئے۔ 1931ء تک یہودی آبادی کی تعداد تقریباً دو لاکھ تک پہنچ چکی تھی جو فلسطین کی مجموعی آبادی کا 17 فیصد بنتا ہے۔ جرمنی میں نازی حکومت کے اقتدار میں آنے کے بعد اور ہولوکاسٹ کی وجہ سے یہ تعداد تیزی سے بڑھی اور 1939ء تک 460000 تک پہنچ چکی تھی۔ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے 1920ء کے بعد سے ہی فلسطینی عربوں کی طرف سے یہودی آبادکاری کے خلاف مزاحمت شروع ہو چکی تھی دونوں گروہوں کے درمیان مسلح جھڑپوں کے واقعات پیش آ رہے تھے۔ 1937ء تا 1939ء میں اس مزاحمت نے مزید شدّت اختیار کر لی کیونکہ برطانوی حکمران فلسطینیوں کی شکایات اور خدشات کی طرف خاص توجہ نہیں دے رہے تھے۔ مسلح مزاحمت پر برطانوی حکام نے فلسطینی آبادیوں کو نشانہ بنانا شروع کیا۔ 1938ء میں جنین کی جنگ میں برطانوی فوج نے فلسطینی مسلح گروہوں کو فیصلہ کن شکست دی۔ اس تمام عرصہ کے دوران صیہونی تنظیمیں اور آبادکار اپنے آپ کو مضبوط کرتے رہے۔ جبکہ برطانوی حکمرانوں کا جھکاؤ

یہودی آباد کاروں کی طرف زیادہ رہا۔ جنگ عظیم دوم کے اختتام کے بعد فلسطین کا مسئلہ پہلے سے بڑھ کر دنیا کے سامنے آیا۔ چنانچہ اقوام متحدہ میں فلسطین کے قضیہ کو حل کرنے کے لئے پیش کیا گیا۔ مختلف کمیشن قائم ہوئے اور آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ فلسطین کو دو حصوں یعنی ایک یہودی اور ایک فلسطینی ریاست میں تقسیم کر دیا جائے جبکہ بیت المقدس کا شہر اقوامِ متحدہ کے زیرِ انتظام علاقہ میں رہے۔ کمیشن نے جو تقسیم پیش کی اس کے مطابق فلسطین کے کل رقبہ کا 56 فیصد حصہ یہودی ریاست جبکہ 43 فیصد حصہ فلسطینی ریاست کو دیا جانا تھا۔ یاد رہے کہ اس وقت فلسطین کی عرب آبادی بارہ لاکھ جبکہ یہودی آبادی تقریباً چھ لاکھ تھی۔ اقوامِ متحدہ میں اس بحث کے دوران خاص طور پر حضرت چوہدری ظفر اللہ خانؓ صاحب کی مدلل تقاریر مشہور ہیں جن میں ایسی تقسیم کو انصاف کے بنیادی اصولوں کے خلاف اور آئندہ مزید تنازعہ پیدا کرنے والا ثابت کیا گیا تھا۔ مگر خصوصاً امریکہ کے دباؤ پر کئی چھوٹے ممالک اس تقسیم کے حق میں ووٹ دینے پر مجبور کئے گئے۔ صیہونی لیڈر گو کہ اس تقسیم سے کلیۃً متفق نہیں تھے کیونکہ اقوام متحدہ کی مجوزہ یہودی ریاست میں 40 فیصد عرب آبادی قائم رہنی تھی مگر پھر بھی اس خیال سے کہ اس طرح کم از کم ایک اپنی ریاست قائم ہو جائے گی، اقوامِ متحدہ کی تجویز پر راضی ہوگئے۔ چنانچہ اسرائیل کے پہلے وزیر اعظم بن گوریون نے اس بات کا اظہار اپنے ایک خط میں اس طرح کیا کہ جب تک یہودی ریاست میں یہودی آبادی کا تناسب زیادہ نہ ہو اس وقت تک یہ خدشہ باقی رہے گا کہ غیر یہودی آبادی کسی وقت برسرِ اقتدار آجائے۔ یاد رہے کہ اقوامِ متحدہ کے اعلان کے بعد فلسطین میں خانہ جنگی کی صورتِ حال پیدا ہو چکی تھی جس میں عرب اور یہودی گروہ ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے۔ خاص طور پر صیہونی مسلح گروہ اس بات کی بھی کوشش کر رہے تھے کہ مجوزہ اسرائیلی ریاست میں عرب آبادی کا تناسب ان پر حملے کر کے اپنے گاؤں اور شہر چھوڑنے پر مجبور کر کے کم کیا جائے۔ اس تمام عرصہ میں بعض یہودی مسلح تنظیمیں برطانوی فوج کے خلاف بھی کارروائیاں کر رہی تھیں کیونکہ ایک تو وہ برطانیہ کی طرف سے یہودی مہاجروں کی فلسطین آمد پر کچھ پابندیوں سے ناخوش تھے اور دوسری طرف وہ چاہتے تھے کہ اس صورتِ حال میں برطانیہ جلد فلسطین سے اپنا قبضہ ختم کرے۔ ان حالات میں برطانیہ نے فلسطین سے انخلاء اور اقوامِ متحدہ کے تقسیمی پلان پر عمل درآمد نہ کرنے کا اعلان کر دیا اور جلد بازی میں 14 مئی 1948ء کو فلسطین سے اپنی فوجیں نکال لیں جس سے طبعاً ایک خلا پیدا ہوا۔ اسی روز اسرائیلی لیڈر بن گوریون نے ریاست اسرائیل کے قیام کا اعلان تل ابیب میں کیا جس کے بعد اردن، مصر، شام اور عراق نے جنگ کا اعلان کرتے ہوئے فلسطین میں فوجیں بھیجیں۔ مختصر یہ کہ جنگ میں عرب فوجوں کو اکثر شکست ہوئی اور اسرائیل کی ریاست نے اپنا علاقہ کئی گنا بڑا کر لیا۔ اس کے ساتھ ان علاقوں سے فلسطینیوں کو زبردستی نکالا گیا۔ کل سات لاکھ سے زیادہ فلسطینیوں کو اسرائیلی افواج کی طرف سے بے گھر کیا گیا۔ اس واقعہ کو فلسطینی نکبہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ فلسطین کے علاقے مغربی اردن اور غزہ اردن اور مصر کے زیرِ انتظام آگئے۔ 1967ء کے سال میں ایک بار پھر اسرائیل اور اس کے عرب پڑوسی ممالک میں جنگ چھڑ گئی جب اسرائیل نے جزیرہ نما سینا پر نہر سویز تک قبضہ کر لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مغربی اردن بشمول بیت المقدس اور جولان کی پہاڑی پر بھی قابض ہوگئے۔ 6 روزہ جنگ کے اختتام پر اسرائیل اپنا رقبہ تین گنا بڑھا چکا تھا۔ ایک بار پھر فلسطینی بڑی تعداد میں مختلف عرب ملکوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے جبکہ باقی فلسطینی آبادی پر قابض فوج کی طرف سے سخت فوجی قانون نافذ کر کے ان کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھی گئی۔ 1967ء کی جنگ کے بعد پہلی بار فلسطینی تنظیمیں اپنی آزادی کی کوشش میں زیادہ منظّم ہوئیں۔ 1970ء کی دہائی میں فلسطینی تنظیم پی ایل او کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی جس کے راہنما یاسر عرفات تھے۔ پی ایل او کا مرکز اُردن تھا جہاں سے وہ اسرائیل کے زیرِ قبضہ فلسطینی علاقوں پر فوجی کارروائیاں کرتے رہتے تھے۔ بین الاقوامی دباؤ اور کچھ اندرونی حالات کی وجہ سے اُردن نے جب فلسطینی تنظیموں کے خلاف فوجی کارروائی کی تو پی ایل او کو مجبوراً اپنا مرکز لبنان منتقل کرنا پڑا۔

1973ء میں ایک بار پھر اسرائیل اور اس کے پڑوسی ممالک مصر اور شام میں جنگ چھڑ گئی جب مصر اور شام کی فوجوں نے بیک وقت اسرائیل پر حملہ کر کے اپنے علاقے سینا اور جولان کو اسرائیلی قبضہ سے چھڑانے کی کوشش کی۔ شروع کے دنوں میں بہت حد تک مصری سپاہی اسرائیلی فوج کو اپنے علاقے سے واپس دھکیلنے میں کامیاب ہوئے۔ مغربی ممالک نے 1967ء کی جنگ کی طرح اس مرتبہ بھی اسرائیل کی معاشی اور فوجی امداد کی جس سے کچھ عرصہ بعد حالات نے پلٹا کھایا اور اسرائیلی افواج نہر سویز کے مغربی کنارے اُترنے میں کامیاب ہوگئیں جس سے مصری فوج کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ اس دوران عرب ممالک نے مغرب پر دباؤ ڈالنے کے لئے تیل کی ترسیلات پر پابندی لگا دی جس سے یورپ میں معاشی بحران پیدا ہوگیا۔ آخر کار بین الاقوامی دباؤ کی وجہ سے مصر اور اسرائیل نے جنگ بندی اور مزید مذاکرات کا فیصلہ کیا۔ اسی تسلسل میں 1977ء میں پہلی مرتبہ مصری صدر انور السادات نے اسرائیل کا دورہ کیا۔ اگلے سال اسرائیل اور مصر کے درمیان پہلا امن معاہدہ طے پایا جس کے بعد مصر کو سینا کا علاقہ واپس ملا۔ مصر کے ان اقدامات سے نہ صرف فلسطینی بلکہ اکثر عرب ممالک ناخوش تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد انور السادات کو قتل کر دیا گیا۔

1982ء میں اسرائیل نے اپنے پڑوسی ملک لبنان پر فلسطینی تنظیم پی ایل او کو تباہ کرنے کے لئے حملہ کر دیا۔ اس جنگ میں ہمیشہ کی طرح عام شہری بڑی تعداد میں ہلاک ہوئے جبکہ بیروت میں اسرائیلی حملوں کی وجہ سے بڑے پیمانے پر تباہی ہوئی۔ بالآخر پی ایل او اور یاسر عرفات لبنان چھوڑنے پر مجبور کئے گئے اور پی ایل او نے اپنا مرکز تیونس منتقل کر لیا۔ لبنان پر اسرائیلی قبضہ کے دوران فلسطینی پناہ گزین کیمپوں 'صبرا' اور 'شاتیلا' میں اسرائیلی افواج کی مدد سے عام شہریوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا قتل عام ہوا۔

1967ء کے بعد سے فلسطینی مقبوضہ علاقے مغربی اُردن اور غزہ میں اسرائیلی افواج کی طرف سے عام فلسطینی شہریوں سے امتیازی سلوک، قید، قتل اور ان کے حقوق کی سلبی جاری تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اسرائیل نے مقبوضہ علاقوں میں بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یہودی بستیاں قائم کرنا شروع کیں تا کہ فلسطینی علاقوں میں لاکھوں اسرائیلی شہری آباد ہوں۔ ان تمام حالات کی وجہ سے 1987ء میں ان علاقوں میں بسنے والے نوجوانوں نے عام احتجاج شروع کیا جسے انتفاضہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان مظاہروں کے دوران عموماً نوجوان اسرائیلی ٹینکوں یا جیپوں پر پتھراؤ کرتے تھے۔ مظاہروں کو کچلنے کے لئے اسرائیلی افواج کی طرف سے مظاہرین پر گولی چلائی جاتی یا پھر مظاہرین کے ہاتھ توڑ دیئے جاتے۔ اس کے علاوہ مقبوضہ فلسطین پر سینکڑوں چیک پوائنٹس بنائے گئے جہاں عام فلسطینی اسرائیلی فوجیوں کی طرف سے ذلّت آمیز سلوک اور بے جا سختیاں برداشت کرتے۔ چھ سال کی انتفاضہ کے دوران اسرائیلی افواج نے ایک ہزار سے زائد فلسطینی قتل، کئی ہزار زخمی اور قید کئے مگر احتجاج میں کوئی کمی نہ آئی۔

آخر کار بین الاقوامی دباؤ اور معاشی نقصانات کی وجہ سے اسرائیل پہلی مرتبہ فلسطینیوں سے براہِ راست مذاکرات کرنے پر مجبور ہوگیا۔ 1991ء کے بعد یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابین کے مابین مذاکرات کا ایک دَور شروع ہوا جس کے بعد 1993ء میں اوسلو کا معاہدہ طے پایا جس میں اصولاً یہ طے پایا کہ مغربی اُردن اور غزہ میں ایک علیحدہ فلسطینی ریاست قائم کی جائے گی، جبکہ پی ایل او اسرائیل کی ریاست کو تسلیم کرے گی۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ پانچ سال تک فلسطینی مقبوضہ فلسطین کے کچھ علاقوں پر اپنی نیم خود مختار حکومت قائم کریں گے۔ جبکہ باقی علاقوں پر اسرائیل کا قبضہ رہے گا اور اس دوران مزید مذاکرات کر کے ان علاقوں سے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔ اصولی طور پر تو اقوامِ متحدہ کے ایک واضح ریزولیشن میں یہ بات کہی گئی تھی کہ اسرائیل 1967ء میں مقبوضہ علاقوں سے اپنی فوج نکالے مگر فلسطینی قیادت اس کی تکمیل کے لیے اس معاہدہ کے لئے تیار ہوگئی۔ شروع میں مقبوضہ فلسطین کے 1967ء کی جنگ میں قبضہ کئے گئے علاقوں میں سے 3 فیصد فلسطینی عمل درآمد میں آ گئے۔ باقی تمام علاقے اور اسرائیلی آباد کار اسرائیل کے زیرِ انتظام رہے۔ اسرائیل میں دائیں بازو کی پارٹیوں نے اس امن معاہدہ کی سخت مخالفت کی۔ بلکہ ایک ایسی تنظیم کے ممبر نے اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابین کو فلسطینیوں سے امن معاہدہ کرنے کی وجہ سے 1997ء میں قتل کر دیا۔

1996ء میں دائیں بازو کی اسرائیلی حکومت اور نئے اسرائیلی وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو نے امن معاہدہ کی تکمیل کو عملاً روک دیا جس کے بعد ایک دفعہ پھر دونوں جانب متشدّد خیالات کے حامل تنظیموں نے زور پکڑا۔ کئی فلسطینی تنظیمیں جیسے حماس وغیرہ نے اسرائیلی فوج اور شہریوں پر خودکش حملوں کا سلسلہ شروع کیا اور اسی طرح اسرائیلی افواج کی طرف سے فلسطینی شہریوں پر ظلم ڈھائے گئے۔ اسرائیلی حکومت نے بڑے پیمانے پر مقبوضہ علاقوں میں یہودی بستیوں کی نئی تعمیر اور توسیع کا کام تیزی سے شروع کیا جس سے ان علاقوں میں یہودی آباد کاروں کی تعداد دو لاکھ سے بڑھ کر 750000 سے تجاوز کر گئی۔ اسی طرح اسرائیل کی جانب سے مقبوضہ فلسطین کی حدود پر ایک دیوار کی تعمیر شروع کی گئی، جس سے فلسطینیوں کا اسرائیل میں داخلہ مزید مشکل ہوگیا۔ نیز یہودی آباد کاروں کے لیے علیحدہ سڑکوں کا جال بچھایا گیا جنہیں فلسطینی استعمال نہیں کرسکتے اور جس سے فلسطینی گاؤں اور شہر ایک دوسرے سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔ کئی دہائیوں سے مقبوضہ علاقوں میں فلسطینیوں پر سخت فوجی قوانین نافذ کیے جاتے ہیں جبکہ اسی علاقہ میں رہنے والے یہودی آباد کار اسرائیلی قانون کے زیرِ انتظام زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس امتیازی سلوک کی وجہ سے عملاً فلسطینی ریاست کے قیام کو ناممکن بنانے کی کوشش کی گئی۔

سن 2000ء میں دوسری انتفاضہ کا دَور شروع ہوتا ہے جب اسرائیلی سیاستدان ایریل شارون نے محض اشتعال دلانے اور بیت المقدس پر یہودی حاکمیت جتانے کے لیے مسجد اقصیٰ کا زبردستی دَورہ کیا۔ پہلی انتفاضہ کے مقابل دوسری انتفاضہ میں فلسطینی جانب سے بھی ہتھیاروں کا زیادہ استعمال ہوا۔ اسرائیلی فوج کے جدید اور زیادہ طاقتور ہتھیاروں کے مقابل پر فلسطینی جنگجوؤں کی طرف سے نسبتاً ہلکے ہتھیار استعمال ہوئے۔ ایک اندازے کے مطابق دوسری انتفاضہ کے دوران 3000 فلسطینی اور تقریباً 1000 اسرائیلی مارے گئے۔ چار سال بعد ایک مرتبہ پھر فریقین کی طرف سے مسلح کاروائیاں ختم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ 2004ء میں یاسر عرفات کی موت کے ساتھ فلسطینی قیادت اس وقت کے فلسطینی صدر محمود عباس کی طرف منتقل ہوگئی۔ 2005ء میں اسرائیل نے غزہ سے اپنی فوجیں نکالنے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہاں پر مزید قبضہ رکھنا وقت گزرنے کے ساتھ مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی غزہ کی تمام ہوائی، سمندری اور برّی حدود پر اپنا کنٹرول برقرار رکھا۔ جس سے عملاً غزہ اسرائیل کے زیرِ قبضہ ہی رہا۔ اس کے بعد متعدد بار مذاکرات ہوتے رہے مگر بے نتیجہ۔ اس ضمن میں فلسطینی جانب کے دو مطالبات خاص طور پر اسرائیل کی طرف سے رَدّ کیے جاتے رہے ہیں۔ ایک یہ کہ مشرقی بیت المقدس فلسطینی ریاست کا دارالحکومت ہوگا جبکہ اسرائیل پورے یروشلم کو اپنا دارالحکومت تصور کرتا ہے۔ دوسرا فلسطینی پناہ گزینوں کی واپسی کا معاملہ جسے اسرائیلی راہنما اب تک رَدّ کرتے رہے ہیں۔ امریکی صدر ٹرمپ اور اس کے بعد صدر بائیڈن کے دَور میں اسرائیل اور متعدد عرب ممالک میں سفارتی تعلقات قائم کرنے کی مہم شروع ہوئی جس سے فلسطین کا مسئلہ کافی حد تک بین الاقوامی سیاست میں نظر انداز ہونا شروع ہوا۔ جب سعودی عرب کی طرف سے یہ عندیہ دیا گیا کہ وہ بھی اسرائیل سے مذاکرات کر کے سفارتی تعلقات بحال کرنا چاہتے ہیں تو اکثر فلسطینی یہی سمجھے کہ اب عرب ممالک فلسطین کے مسئلہ میں دلچسپی لینا چھوڑ رہے ہیں۔ اسی دوران موجودہ جنگ کا آغاز ہوتا ہے جس سے فلسطین کا مسئلہ ایک دفعہ پھر دنیا میں مرکزی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اس جنگ کے پیچھے کون کون سے عوامل کارفرما ہیں اور اس میں کن کن ممالک کے مفادات وابستہ ہیں یہ ایک علیحدہ مضمون چاہتا ہے۔

**تعارف کتب**

مرتبہ: محمد انیس دیالگڑھی

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ هُوَ النَّاصِرُ

اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ

از حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ

# اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ

یورپ میں جب یہودیوں پر ظلم بڑھ گیا تو چند یہودیوں نے فلسطین میں جا کر پناہ لی۔ فلسطینی مسلمانوں نے کھلی بانہوں سے ان کا استقبال کیا اور ہر قسم کی سہولت انہیں مہیا کی۔ اس کے بعد یہودیوں کی مسلسل آمد شروع ہوگئی۔ جنگِ عظیم دوم کے وقت اس میں کچھ وقفہ آیا مگر اس کے فوراً بعد طے شدہ منصوبہ کے مطابق یہودیوں کی باقاعدہ آبادکاری کی گئی اور 14 مئی 1948ء کو اسرائیل کے نام سے ایک ریاست کا اعلان کر دیا گیا۔ اسرائیل کے قیام کے فوراً بعد 21 مئی 1948ء کو حضرت مصلح موعودؓ کا ایک پیغام الفضل ربوہ میں شائع ہوا جو بعد میں عرب اخبارات میں بھی شائع ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے تمام مسلمان ممالک کو اپنے سارے اختلافات بھلا کر قوم واحد بن کر اس مسئلہ سے نبٹنے کے لیے راہنمائی کی اور اس مضمون کا عنوان آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ رکھا۔ آپؓ نے اس میں تحریر فرمایا ''اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی قرآنِ کریم یہود کو دعوتِ اتّحاد دیتا ہے۔ کیا اس موقع پر جبکہ اسلام کی جڑوں پر تبر رکھ دیا گیا ہے۔ جب مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ حقیقی طور پر خطرے میں ہیں۔ وقت نہیں آیا کہ آج پاکستانی، افغانی، ایرانی، ملائی، انڈونیشین، افریقن اور ترکی یہ سب اکٹھے ہو جائیں اور عربوں کے ساتھ مل کر اس حملہ کا مقابلہ کریں جو مسلمانوں کی قوت کو توڑنے اور اسلام کو ذلیل کرنے کے لیے دشمن نے کیا ہے''۔

آپؓ نے مزید فرمایا:

''دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہوگیا ہے۔ کیا مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہیں ہوگا؟''

مگر افسوس ملّت کے اس فدائی کی آواز پر اس وقت کسی نے کان نہ دھرا اور آج بھی اتنے نقصانات اُٹھانے کے باوجود بھی ان کو اکٹھا ہونے کا خیال نہیں آ رہا۔ اگر اس وقت مسلمان اپنے اختلافات بھلا کر اس مصیبت کا مقابلہ کرتے تو آج حالات مختلف ہوتے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس مضمون میں چند ایک پیشگوئیاں بھی فرمائیں جو حرف بہ حرف پوری ہو رہی ہیں۔ آپؓ نے فرمایا:

''یہی دشمن ایک مقتدر حکومت کی صورت میں مدینہ کے پاس سر اُٹھانا چاہتا ہے۔ شاید اس نیّت سے اپنے قدم مضبوط کر لینے کے بعد وہ مدینہ کی طرف بڑھے۔ جو مسلمان یہ خیال کرتا ہے کہ اس بات کے امکانات بہت کمزور ہیں اس کا دماغ خود کمزور ہے۔ عرب اس حقیقت کو سمجھتا ہے۔ عرب جانتا ہے کہ اب یہودی عرب میں سے عربوں کو نکالنے کی فکر میں ہے۔ اس لیے وہ اپنے جھگڑے اور اختلاف کو بھول کر متحدہ طور پر عربوں کے مقابلہ کے لیے کھڑا ہوگیا ہے۔ مگر عربوں میں کیا یہ طاقت ہے؟''۔

''مصر، شام اور عراق کا ہوائی بیڑا سو ہوائی جہازوں سے زیادہ نہیں۔ لیکن یہودی اس سے دس گنا بیڑا نہایت آسانی سے جمع کر سکتے ہیں''۔

''اللہ تعالیٰ کی پہلی پیشگوئی اس رنگ میں پوری ہو سکتی ہے کہ یہود نے آزاد حکومت کا وہاں اعلان کر دیا ہے۔ لیکن اگر ہم نے تقویٰ سے کام نہ لیا تو پھر وہ پیشگوئی لمبے وقت تک پوری ہوتی چلی جائے گی اور اسلام کے لیے ایک نہایت خطرناک دھکا ثابت ہوگی''۔

# دنیا کی تاریخ کا ایک اہم لمحہ

مرتبہ: مکرم عرفان احمد خان صاحب

سرزمینِ فلسطین پر 7 اکتوبر 2023ء سے انسانی خون کی جو ہولی کھیلی جارہی ہے، اس کے دردناک مناظر دیکھ کر دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ امریکہ اور دیگر مغربی طاقتیں اسرائیل کی بربریت پر مذمّت تو کر رہی ہیں لیکن اسرائیل کو جنگ بندی پر مجبور کرنے پر تیار نہیں۔ مغربی طاقتوں کے اس دُہرے چہرے کی وجہ سے جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل کی طرف سے کی جانے والی کوئی کوشش کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکی۔ غیروں سے کیا گلہ ہم نسل اور ہم مذہب ہونے کے باوجود مصر نے اپنی سرحد غزہ کے مظلوم مسلمانوں کے لیے ایک ماہ سے زائد عرصہ تک بند رکھی۔ دیگر پڑوسی مسلمان ممالک بھی فلسطینی مسلمانوں کو پناہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ جدّہ میں ہونے والی OIC ممالک کی کانفرنس بھی مسلمان ممالک کو ایک مشترکہ فیصلہ پر تیار نہیں کرسکی۔ اسرائیل کے خلاف جب بھی اقدامات کرنے کی بات ہوئی تو قطر، بحرین اور ابوظہبی کی مخالفت کی وجہ سے کوئی کوشش بار آور نہ ہوسکی۔

1947ء میں جب عالمی طاقتیں بالخصوص امریکہ اور برطانیہ اسرائیلی ریاست کی بنیاد رکھنے کے لیے انسانی حقوق کو بالائے طاق رکھ کر ہر ناجائز حربہ استعمال کر رہی تھیں اور صاف نظر آنے لگا تھا کہ اب بڑی طاقتیں ہر قیمت پر چھوٹے ممالک پر دباؤ ڈال کر اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے یہ قرارداد منظور کرا کے دم لیں گی اُس نازک وقت میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اِن خطرات کو بھانپتے ہوئے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں 28 نومبر 1947ء کو ایک عظیم معرکہ آرا تاریخی تقریر کی۔ آپ کی اس تقریر کا مکمل متن اقوامِ متحدہ کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔ اس کے بعض اقتباسات اخبار احمدیہ کے قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ موجودہ حالات کے تناظر میں پڑھنے والے خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس تقریر میں بیان کیے گئے خدشات درست ثابت ہوئے کہ نہیں۔ حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے تقریر کا آغاز ان الفاظ کے ساتھ کیا:

’’جناب صدر یہ امر قابلِ اطمینان ہے کہ آپ اس مقصد کے لئے کوشاں ہیں کہ کم از کم یہاں پر اس سوال کے متعلق بغیر کسی خلل یا اثر اندازی کے بحث ہو۔ کیا رائے شماری بھی اسی طرح آزادانہ اور بغیر کسی اثر اندازی کے ہو گی۔ اب اس بارے میں کوئی اطمینان نہیں پایا جاتا۔ مَیں اس پر زیادہ وقت نہیں لوں گا۔

وہ لوگ بھی جو اس بات کا علم نہیں رکھتے کہ پس پردہ کیا ہو رہا ہے، پریس کے ذریعہ بہت کچھ جان چکے ہیں۔ یہ تو صرف ایک مسئلہ ہے اب تو یہ اندیشہ جنم لے رہا ہے کہ جو عظیم ادارہ دنیا کے مستقبل کے لئے امیدوں کا مرکز بنا ہوا ہے، اس عظیم ادارے میں جب بھی کوئی اہم مسئلہ پیش ہو گا اور اس پر سوچ بچار ہو گی تو اس سوچ بچار کو آزاد نہیں چھوڑا جائے۔

یہ ایک اہم لمحہ ہے۔ دنیا کی تاریخ کا ایک اہم لمحہ ہے۔ اور اس عظیم۔ کم از کم ہمیں یہ امید تو کرنے دیں کہ یہ ایک عظیم ادارہ ہے، اس عظیم ادارے کی تاریخ کا ایک اہم لمحہ ہے۔ آج اقوامِ متحدہ کٹہرے میں کھڑی ہے۔ اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ کیا یہ سرخرو ہو کر نکلتی ہے کہ نہیں۔ شاید یہ پہلو اتنا اہم نہیں ہے کہ تقسیم منظور ہوتی ہے یا اس تجویز کو مسترد کیا جاتا ہے۔ زیادہ اہم یہ سوال ہے کہ آیا اہم مسائل پر اپنے ضمیر کے مطابق دیانتدارانہ اور منصفانہ فیصلے کرنے کا کوئی امکان باقی رہا بھی ہے کہ نہیں‘‘۔

’’ہم ماضی میں زیادہ دور نہیں جاتے۔ بتیس سال قبل مغربی اتحادی یورپ کی محوری طاقتوں سے زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے۔ ترکی ابھی جرمنی کا ساتھی بن کر اس جنگ میں شامل ہوا ہی تھا۔ اتحادی طاقتوں کی قسمت اس توازن میں کانپ رہی تھی۔ مشرق وسطیٰ کے اہم خطے میں صرف عرب ہی اس توازن کو درست کر سکتے تھے۔

انہیں اس بات کی دعوت دی گئی کہ وہ ترکی سے اپنا اتحاد توڑ کر اتحادیوں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔اس کے بدلہ میں انہیں کیا ملے گا؟ پہلے برطانیہ اور پھر فرانس نے ان سے وعدہ کیا کہ اس جد وجہد کے آخر میں وہ اپنے اپنے علاقوں میں آزاد ہوں گے۔عرب مان گئے اور انہوں نے اپنا کردار ادا کر دیا۔

ان سے جو عہد کیے گئے تھے انہیں کس طرح پورا کیا گیا؟ ہمیں اکثر یہ یاد دلایا جاتا ہے کہ دس میں سے نو وعدے تو پورے کر دیے گئے۔اور اب اسے ہی کافی سمجھو۔کیا یہ وہ معیار ہے جو ہمیں قومی اور بین الاقوامی سطح پر بلکہ ذاتی سطح پر بھی قائم کرنا چاہیے؟ کہ ہم نے دس میں سے نو وعدے تو پورے کر دیے۔اب اسے ہی کافی سمجھو۔اگر ایسا ہی ہے تو ذرا رک جائیں اور سوچیں کہ کیا کسی عہد و پیمان کا کوئی بھروسا قائم رہے گا۔خاص طور پر مغربی طاقتوں کے عہد و پیمان کا کوئی بھروسا قائم رہے گا؟مغربی طاقتو! یاد رکھو شاید کل تمہیں دوستوں کی ضرورت پڑے۔شاید تمہیں مشرق وسطیٰ میں اتحادیوں کی ضرورت پڑے۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ ان ممالک میں اپنی ساکھ کو تباہ و برباد نہ کرو''۔

''تاریخ میں ایسے بہت کم دَور نظر آتے ہیں جب یورپ کے کسی نہ کسی حصہ میں یہودیوں پر مظالم نہ کیے گئے ہوں۔انگریز بادشاہ اور نواب اگر کبھی ان سے نرم سلوک کرتے تھے تو یہودی تاجروں اور ساہو کاروں کے دانت نکلوایا کرتے تھے تاکہ ان کو اقتصادی مدد دینے کے لئے آمادہ کیا جاسکے۔اور اس وقت یہ یہودی عرب سپین میں آکر پناہ لیا کرتے تھے۔اور عربوں کی یہ سلطنت ان کے لئے پناہ گاہ تھی۔اور آج یہ کہا جارہا ہے کہ بیچارے یہودیوں پر یورپ میں بڑے مظالم ہوئے ہیں، اس لئے فلسطین کے عربوں کو چاہیے کہ سپین کے عربوں کی طرح نہ صرف انہیں ٹھکانا مہیا کریں، انہیں پناہ دیں بلکہ ایک ریاست بھی دیں تاکہ وہ عربوں پر حکومت کرسکیں۔کیا ہی سخاوت ہے۔کیا ہی انسانیت ہے''۔

''فلسطین کس صورت میں آزاد ہوگا؟ کیسی آزادی ہوگی؟ ہمیں کیا کہا جارہا ہے کہ ہم کس قسم کے حل کی حمایت اور تائید کریں۔درا صل اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سامنے یہ تجویز پیش کی جارہی ہے کہ یہ فیصلہ ہم کریں گے۔فلسطین کے لوگ نہیں کریں گے۔خود اپنا فیصلہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔جن پر حکومت کرنی ہے ان کی مرضی دریافت کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں کہ فلسطین کو کیسی آزادی دی جائے۔ ہم فلسطین کو آزاد اور خود مختار کہیں گے لیکن عملاً یہ ہماری ملکیت ہوگا''۔

''پہلے ہم فلسطین کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کریں گے۔تین ٹکڑے یہودی ٹکڑے ہوں گے اور تین ٹکڑے عرب ٹکڑے ہوں گے۔پھر ہم جافا کے حصے کو کاٹ کر علیحدہ کریں گے۔اور فلسطین کا دل، یروشلم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک بین الاقوامی شہر رہے گا۔ یہ آغاز ہے اس صورت کا جو فلسطین کو دی جائے گی۔جب فلسطین کے جسم کو اس طرز پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا تو پھر ہم اس جسم کو جس سے خون رس رہا ہوگا ہمیشہ کے لئے صلیب پر کھینچ دیں گے۔اور یہ عارضی نہیں ہوگا۔یہ صورت حال مستقل رہے گی۔فلسطین کبھی بھی اپنے باشندوں کی ملکیت نہیں بن سکے گا۔یہ ہمیشہ کے لئے مصلوب رہے گا۔ اقوام متحدہ کو یہ قدم اٹھانے کا کیا حق حاصل ہے۔کون سا جائز حق؟ کون سا قانونی حق حاصل ہے کہ ایک آزاد ملک کو ہمیشہ کے لئے اقوامِ متحدہ کا غلام بنا دیا جائے؟''

''فلسطین میں تیرہ لاکھ عرب اور ساڑھے چھ لاکھ یہودی موجود ہیں۔اور مزید یہودیوں کے لئے جگہ کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔اس مسئلہ کا حل نظر نہیں آرہا تو کہا جارہا ہے کہ ہمیں فلسطین کی تقسیم کرنے دو کیونکہ یہ انصاف سے بعید ہوگا اگر تینتیس فیصد یہودیوں کو، جو آج فلسطین میں یہود کی آبادی ہے، ایک متحدہ ریاست میں ایک اقلیت کی حیثیت سے رہنا پڑے۔تو اب ہم ایک منصفانہ حل بتاتے ہیں۔عربوں کو ان کی ریاست ملے گی اور یہودیوں کو ان کی ریاست ملے گی۔اور اس کے مطابق سرحد کھینچی جائے گی۔عرب ریاست تو ان معنوں میں عرب ریاست ہوگی کہ اس میں صرف دس ہزار یہودی اور تقریباً دس لاکھ عرب ہوں گے۔ بہت خوب! اب دیکھتے ہیں کہ یہودی ریاست کیسی ہوگی؟ اس میں چار لاکھ اٹھانوے ہزار یہودی اور چار لاکھ پینتیس ہزار عرب ہوں گے۔یہودیوں کو عرب ریاست میں اقلیت بن کر نہیں رہنا ہوگا مگر عربوں کو یہودی ریاست میں اقلیت بن کر رہنا ہوگا۔اگر ان میں سے ایک حل انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے تو دوسرا حل بھی انصاف کے مطابق نہیں ہے۔اگر ان میں سے ایک مسئلے کا حل نہیں کہلا سکتا تو پھر دوسرا بھی مسئلے کا حل نہیں کہلا سکتا۔

اب ہمیں ایک لمحے کے لئے متعین سرحدوں کا جائزہ لینے دیں۔ یہودیوں کی آبادی 33 فیصد اور عربوں کی آبادی 67 فیصد ہے مگر فلسطین کا 60 فیصد رقبہ یہودیوں کی ریاست میں شامل کیا جائے گا۔اس علاقے کی کیفیت کیا ہے۔ایک لمحے کے لئے ہم صحرا کو جس کا ذکر میں بعد میں کروں گا، نظر انداز کرتے ہیں۔قابلِ کاشت اراضی میں سے عمومی انداز میں میدانی علاقہ یہودیوں کو اور پہاڑی علاقہ عربوں کو دیا گیا ہے۔ برطانیہ کے نمائندے کی طرف سے نمائندگان کمیٹی کو ایک دستاویز بھجوائی گئی تھی۔اس کے مطابق جس زمین کو پانی مہیا ہے اور جو قابل کاشت ہے اس کا 84 فیصد یہودیوں کی ریاست کو جائے گا اور 16 فیصد عربوں کی ریاست کو جائے گا۔کیا ہی منصفانہ تقسیم ہے۔ایک تہائی آبادی کو 84 فیصد رقبہ ملے گا اور دو تہائی آبادی کو 16 فیصد رقبہ ملے گا''۔

حضرت چودھری صاحب نے اپنی اس تاریخی تقریر کے آخر میں نہایت دلیرانہ طور پر فرمایا:

''آج اگر ہم اپنے ووٹوں سے تقسیم کی تائید نہ کریں تو اس مسئلے کو حل کرنے کے باقی راستے بند نہیں ہو جاتے۔لیکن اگر آج ہم اپنے ووٹوں سے تقسیم کو منظور کرلیں تو پُر اَمن حل کی تمام امیدیں ختم ہو جاتی ہیں۔ جو اس کی ذمہ داری لینا چاہتا ہے، اسے ایسا کرنے دیں۔میری آپ سے یہ اپیل ہے کہ اس امید کو ختم نہ کریں۔اقوام متحدہ کو تو چاہیے کہ لوگوں کو متحد کرنے اور یکجا کرنے کے راستے ڈھونڈے، نہ کہ ان کو تقسیم کر کے علیحدہ کرے''۔

تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہنے والی چودھری صاحب کی اس پُردرد تقریر کو عرب اور مسلمان ممالک نے بہت سراہا۔سعودی عرب کے وزیرِ خارجہ شاہ فیصل بن سعود جو بعد میں ملک کے حکمران بنے نے تحریری طور پر چودھری صاحب کی ان خدمات کو سراہا ہے۔مئی 1948ء میں انہوں نے چودھری صاحبؓ کے نام ایک خط میں لکھا کہ جب سے اقوام متحدہ میں فلسطین کا مسئلہ پیش ہوا ہے آپ نے جس بھرپور تعاون اور خلوصِ نیت سے ہمارے موٴقف کی تائید کی ہے اس کے لیے ہمارے دل ممنونیت کے جذبات سے بھرے پڑے ہیں۔حسن اصفہانی امریکہ میں پاکستان کے سفیر تھے۔ 14 اکتوبر 1947ء کو انہوں نے قائداعظم کو ایک خط لکھا۔اس وقت چودھری صاحب اقوامِ متحدہ میں فلسطین کے مسئلہ پر پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے۔حسن اصفہانی قائداعظم کو لکھتے ہیں:

I can briefly tell you that pakistan delegation to the United Nations has acquitted itself more than well. Sir Zafarullah Khan delivered one of the finest speeches heard, in the United Nations on the Palestien Question.We are working as a perfect team and without boosting, have created an excellent impression. Pakistan is right on the map.

ترجمہ: مَیں اس بات کا مختصر ذکر کروں گا کہ اقوامِ متحدہ میں پاکستانی وفد نے توقع سے بڑھ کر کارکردگی دکھائی ہے۔فلسطین کے مسئلہ پر سرظفراللہ خان نے جو تقریر کی وہ اقوامِ متحدہ میں اس مسئلہ پر ہونے والی بہترین تقریروں میں سے ایک ہے۔ہم باتیں بنانے کی بجائے یہاں ایک مکمل ٹیم کی طرح کام کر رہے ہیں جس نے عمدہ تاثر پیدا کیا ہے۔ پاکستان نے اپنا آپ منوالیا ہے۔

حسن اصفہانی نے ایک دوسرا خط 15 اکتوبر 1947ء کو قائداعظم کو لکھا۔اس وقت قائداعظم کو ملکی ضرورت کے تحت اقوامِ متحدہ کا سیشن چھوڑ کر پاکستان آنا تھا۔حسن اصفہانی لکھتے ہیں:

Sir Zafarullah has made a big hit over the Palestine case and has put Pakistan in the front row. He is wanted back to represent Pakistan before the assets and liabilities tribunal.He shall have to leave long before the UN session ends. His work has just begun. We shall miss his company and his guidance.

ترجمہ: سرظفراللہ نے فلسطین کے مسئلہ پر اقوامِ متحدہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔اس طرح وہ پاکستان کو صفِ اوّل میں لے آئے ہیں۔ اثاثوں اور کفالتوں کے ٹریبونل میں پاکستان کی نمائندگی کے لیے انہیں واپس بلایا جارہا ہے۔اس طرح انہیں اقوامِ متحدہ کا سیشن ختم ہونے سے بہت پہلے واپس جانا پڑے گا۔ جبکہ ان کا کام تو ابھی شروع ہوا ہے۔وہ چلے گئے تو یہاں ہم ان کی رفاقت اور رہنمائی سے محروم رہ جائیں گے۔

ان دونوں خطوط کے جواب میں22 اکتوبر 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے حسن اصفہانی کو جواب میں لکھا:

As regards Zafrullah we do not mean that he should leave his work so long as it is necessary for him to stay there, and I think he has already been informed to that affect, but naturally we are very short here of capable men, and especially of his calibre, and every know and then our eyes naturally turn to him for various problemes that we have to solve.

ترجمہ: جہاں تک ظفراللہ کا تعلق ہے ہم نہیں چاہتے کہ وہ اس وقت اقوامِ متحدہ میں اپنا کام چھوڑ کر واپس آجائیں جبکہ ان کا وہاں قیام ضروری ہو۔میرا خیال ہے کہ انہیں اس امر کی اطلاع دے دی گئی ہے لیکن یہ ایک قدرتی بات ہے کہ یہاں ہمارے پاس اہل خاص طور پر ان جیسی صلاحیتوں کے حامل افراد کی کمی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مختلف مسائل کے حل کے لیے ہماری نگاہیں بار بار ان کی طرف اُٹھتی ہیں۔ (بحوالہ کتاب 'سیاسی اتار چڑھاؤ'، منیر احمد منیر کو انٹرویو)

حضرت چودھری ظفراللہ خان صاحبؓ اپنی خودنوشت تحدیث نعمت میں ان حالات و واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"(اس اجلاس میں) میری تقریر کا پہلا حصہ تاریخی اور واقعاتی تھا جس کے بعض حصوں سے عرب مندوبین بھی ناواقف تھے۔جب میں نے تقسیم کے منصوبہ کا تجزیہ شروع کیا اور اس کے ہر حصے کے ناانصافی کی وضاحت کرنی شروع کی تو عرب نمائندگان نے توجہ سے سننا شروع کیا۔تقریر کے اختتام پر ان کے چہرے خوشی اور طمانیت سے چمک رہے تھے۔اس کے بعد اس معاملہ میں عرب موٴقف کا دفاع زیادہ تر پاکستان کا فرض قرار دیا گیا۔لیکن بحث کے دوران ہی میں ظاہر ہونا شروع ہوگیا تھا کہ کمیٹی کا فیصلہ دلائل یا انصاف کی بنا پر نہیں ہوگا۔ اس وقت ڈنمارک کے مندوب میرے پاس آئے اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم کی تجویز منظور ہوجائے گی کیونکہ امریکہ کی طرف سے ہم پر بہت زور ڈالا جارہا ہے۔ میں تمہیں یہ بتلانے آیا ہوں کہ کمیٹی میں عام طور پر یہ احساس ہے کہ ہم امریکہ کے دباؤ کے ماتحت ایک بےانصافی کا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ (تحدیث نعمت صفحہ 521)

اس بے انصافی کا زور کم کرنے کے لیے چودھری ظفراللہ خان صاحب نے جو کوشش کرنی چاہی اس سے عرب مندوبین متفق نہ ہوئے۔اس طرح مغربی طاقتوں کی بےانصافی کو بے اثر بنانے کا موقع عربوں نے خود کھو دیا اور مغربی طاقتیں اپنی سازش میں پوری طرح کامیاب ہوگئیں۔

اس بارہ میں محترم چودھری صاحب ''تحدیثِ نعمت'' میں مزید فرماتے ہیں:

سب سے اہم مسئلہ جو اس اجلاس میں زیر بحث آیا وہ قضیہٴ فلسطین تھا۔ پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ اقوام متحدہ کے فلسطین کمیشن نے فلسطین کی تقسیم کی سفارش کی تھی۔ یہ رپورٹ 1947ء کے اجلاس میں زیر بحث آئی اور اس پر اسمبلی کی اوّل کمیٹی میں بحث ہوئی۔ کمیٹی کے صدر آسٹریلیا کے وزیر خارجہ ڈاکٹر ایوٹ تھے۔ بحث کے

دوران میں اول کمیٹی نے دو سب کمیٹیاں مقرر کیں۔ ایک کے سپرد یہ کام ہوا کہ تقسیم کی تفاصیل پر غور کرے اور دوسری کے ذمہ یہ فرض عائد کیا گیا کہ فلسطین کی وحدت برقرار رکھتے ہوئے عربوں اور صیہونیوں کے حقوق کی حفاظت کا منصوبہ تیار کرے۔ کولمبیا کے مندوب دوسری کمیٹی کے صدر منتخب کئے گئے۔ کچھ دن بعد وہ اس ذمہ داری سے دستکش ہو گئے اور ان کی جگہ اس سب کمیٹی نے مجھے صدر منتخب کیا۔ دونوں سب کمیٹیوں کی رپورٹ پر طویل بحث وتمحیص کے بعد اوّل کمیٹی نے تقسیم کے حق میں تجویز منظور کرلی۔ اس عرصے میں بہت کشمکش جاری رہی۔ جب پاکستان کی طرف سے میں نے پہلی بار تقریر شروع کی تو عرب نمائندگان کو کچھ اندازہ نہیں تھا کہ میری تقریر کا رخ کس طرف ہو گا۔ پاکستان ایک دو دن قبل ہی اقوامِ متحدہ کا رکن منتخب ہوا تھا۔ عرب ممالک کے مندوبین ہمیں خاطر ہی میں نہیں لاتے تھے اور ہماری طرف سے بالکل بے نیاز تھے۔ میری تقریر کا پہلا حصہ تو تاریخی اور واقعاتی تھا جس کے بعض حصوں سے بعض عرب مندوبین بھی ناواقف تھے۔ جب میں نے تقسیم کے منصوبے کا تجزیہ شروع کیا اور اس کے ہر حصہ کی ناانصافی کی وضاحت کرنی شروع کی تو عرب نمائندگان نے توجہ سے سننا شروع کیا۔ تقریر کے اختتام پر ان کے چہرے خوشی اور طمانیت سے چمک رہے تھے۔ اس کے بعد اس معاملہ میں عرب موقف کا دفاع زیادہ تر پاکستان کا فرض قرار دے دیا گیا۔ تقریریں تو عرب مندوبین کی طرف سے بہت ہوئیں اور بعض ان میں سے ٹھوس اور موثر دلائل سے آراستہ بھی تھیں لیکن عرب فصاحت کا اکثر حصہ جذباتی رنگ لئے ہوئے تھا اور وقت کا بہت سا حصہ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی بے سود کوشش میں صرف کیا کہ فلسطین میں جو یہودی آ کر آباد ہو رہے ہیں ان میں سے اکثر نسل ابراہیم کی نہیں بلکہ روسی قبیلے بنام خازار سے ہیں جن کے آباؤ اجداد نے ایک وقت میں یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ عرب موقف ہر پہلو سے اس قدر مضبوط اور قرین انصاف تھا کہ اسے تقویت دینے کے لئے ایسے غیر متعلق دلائل کی طرف رجوع کرنا دراصل اسے کمزور کرنا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عرب مندوبین نے مرکزی ہدایت کے ماتحت اپنے دلائل اور تقریروں کو ترتیب نہیں دیا تھا۔ جو کچھ کسی کے ذہن میں آ جاتا وہ اسے بیان کرنے سے رک نہ سکتا۔ بحث کے دوران ہی میں ظاہر ہونا شروع ہو گیا تھا کہ کمیٹی کا فیصلہ دلائل یا انصاف کی بناء پر نہیں ہو گا۔ کمیٹی میں نیوزی لینڈ کے نمائندے سر کارل بیرنڈسن تھے۔ میری ایک تقریر کے بعد کمیٹی سے نکلتے ہوئے مجھ سے فرمایا۔ کیسی اچھی تقریر تھی۔ صاف، واضح، پُر دلائل اور نہایت موثر۔ سر کارل چونکہ خود نہایت اچھے مقرر تھے مجھے ان کے اظہارِ تحسین سے خوشی ہوئی۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دریافت کیا ’’سر کارل! پھر آپ کی رائے کس طرف ہو گی؟‘‘ وہ خوب ہنسے اور کہا ’’ظفر اللہ رائے بالکل اور معاملہ ہے‘‘۔

## مغربی طاقتوں کو پُر زور انتباہ

سہ پہر کے اجلاس میں میں نے اپنی تقریر میں مغربی طاقتوں کو پُر زور انتباہ کرتے ہوئے کہا۔ آپ نے اوّل عالمی جنگ کے دوران میں جو وعدے عربوں سے کئے تھے ان کی خلاف ورزی نہ کریں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو بدعہدی کے مرتکب ہوں گے اور آئندہ عربوں کا اعتماد کلی طور پر آپ سے اٹھ جائے گا۔ تقریر ختم کرتے ہوئے میں نے کہا:

I beg you. I implore you. Entreat you not to destroy your credit in Arab countries.

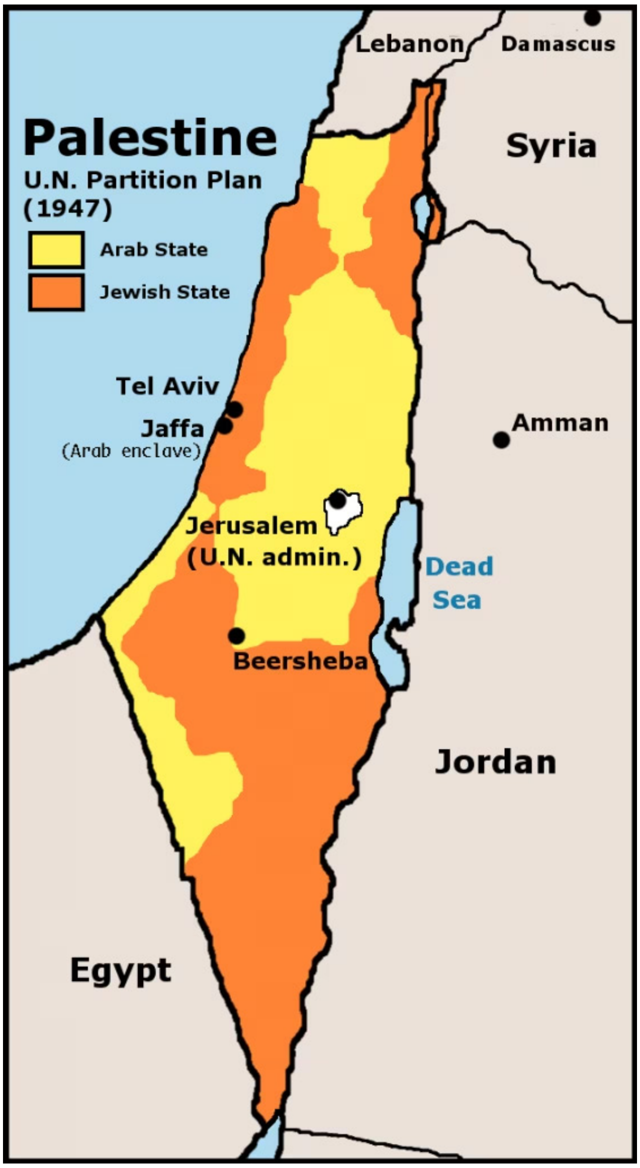


Tomorrow you may need their friendship but you will never get it.

لیکن طاقت کا گھمنڈ اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے۔ ہمارے احتجاج اور ہمارے انتباہ صدا بصحرا ثابت ہوئے۔

(تحدیث نعمت: صفحہ 520-522)

اس واقعہ کو پون صدی سے زائد عرصہ گزر گیا ہے۔ ہر گزرتے وقت میں اسرائیل پہلے سے زیادہ مضبوط اور فلسطینیوں کی بے بسی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اگر اسرائیل کے قیام کے وقت چودھری ظفر اللہ خان صاحب کی طرف سے پیش کی جانے والی ترامیم عرب حکومتیں قبول کر لیتیں تو غالب امکان ہے کہ فلسطینی بھائی بہتر پوزیشن میں ہوتے اور سرزمین فلسطین پر مسلمانوں کے بہائے جانے والے خون کی نوبت نہ آتی۔

# ’’کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت‘‘

صادق محمد طاہر

اللہ تعالیٰ نے جب سے اپنے مامورین اور مرسلین کا سلسلہ جاری فرمایا ہے استغفار اور توبہ کا مضمون بھی اس کے ساتھ ہی جاری ہوگیا۔ جس کی ایک مثال آدم کا شیطانی بہکاوے میں آنا اور پھر اللہ کے حضور غلطی کا اقرار کرتے ہوئے استغفار کرنا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے اللہ کے حضور عرض کیا۔

رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ۔ (الاعراف:24)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم گھاٹا کھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

جہاں تک توبہ کا تعلق ہے تو استغفار اور توبہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ ان کی تفاصیل ان شاءاللہ زیرِنظر مضمون میں ساتھ ساتھ پیش کی جائیں گی۔ تاریخ انبیاء میں جب ہم دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ایک خدا کے فرستادہ پر ایمان لانے والے جب بیعت کرتے ہیں تو وہ بیعتِ توبہ کہلاتی ہے یعنی اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ اور آئندہ استغفار پر مداومت اختیار کرنا اپنا معمول بنا لیتے ہیں جس کا کامل نمونہ سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے خلفاء تھے۔ اور سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء نے اس کامل نمونہ کی روشنی میں اپنے متبعین کو مسلسل استغفار اور توبہ کو حرزِ جان بنانے کی تلقین فرمائی۔

وَاسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ رَحِیۡمٌ وَّدُوۡدٌ (ھود آیت 91)

ترجمہ: اور اپنے ربّ سے استغفار کرو پھر اسی کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو۔ یقیناً میرا ربّ بار بار رحم کرنے والا (اور) بہت محبت کرنے والا ہے۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی حکم خداوندی کے تحت استغفار کو توبہ پر مقدم قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں۔ ایک وجہ سے استغفار کو توبہ پر تقدّم ہے کیونکہ استغفار مدد اور قوت ہے جو خدا تعالیٰ سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور توبہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہے...... توبہ کی توفیق استغفار کے بعد ملتی ہے۔ اگر استغفار نہ ہو تو یقیناً یاد رکھو کہ توبہ کی قوت مر جاتی ہے۔ پھر اگر اس طرح پر استغفار کرو گے اور پھر توبہ کرو گے تو نتیجہ یہ ہوگا یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ (ھود:4)

سنّت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اگر استغفار اور توبہ کرو گے تو اپنے مراتب پا لو گے۔ ہر ایک شخص کے لئے ایک دائرہ ہے جس میں وہ مدارج ترقی کو حاصل کرتا ہے۔ ہر ایک آدمی نبی، رسول، صدیق، شہید نہیں ہو سکتا‘‘۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 475 ایڈیشن 2018ء یوکے)

عام تصور یہ پایا جاتا ہے کہ استغفار کسی گناہ یا غلطی کے ارتکاب کے بعد کیا جاتا ہے حالانکہ غلطی اور گناہ سے بچنے کے لیے بھی استغفار کیا جاتا ہے اور یہ آئندہ گناہوں سے بچنے کے لیے خدا تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔

سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ جو کہ خدا کی طرف سے معصوم قرار دیئے گئے تھے آپ بھی ہر روز کم از کم ستّر بار استغفار کیا کرتے تھے۔ بخاری میں ایک روایت درج ہے جس میں آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ رَبِّیْ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً''۔ یعنی اللہ کی قسم میں ایک دن میں اللہ سے استغفار اور توبہ ستّر بار سے زیادہ کرتا ہوں۔

چنانچہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''جب نبی معصوم (ﷺ) ستّر بار استغفار کرے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے''۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 3)

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ''توبہ واستغفار ایسا مجرّب نسخہ ہے کہ خطا نہیں جاتا''۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 272)

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ''مَیں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جو لوگ قبل از نزول بلا دُعا کرتے ہیں اور استغفار کرتے اور صدقات دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن پر رحم کرتا ہے اور عذاب الٰہی سے اُن کو بچالیتا ہے۔ میری ان باتوں کو قصہ کے طور پر نہ سنو۔ میں نُصحاً للہ کہتا ہوں اپنے حالات پر غور کرو۔ اور آپ بھی اور اپنے دوستوں کو بھی دُعا میں لگ جانے کے لئے کہو۔ استغفار، عذابِ الٰہی اور مصائب شدیدہ کے لئے سِپر کا کام دیتا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال: 34) اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ اس عذاب الٰہی سے تم محفوظ رہو، تو استغفار کثرت سے پڑھو''۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 191 ایڈیشن 2018ء یوکے)

گویا استغفار سے قبل کسی گناہ کا سرزد ہونا لازم نہیں آتا بلکہ گناہ اور شیطان کے حملوں سے بچنے کے لیے ایک ڈھال کا کام دیتا ہے۔

حضور علیہ السلام ایک اور موقع پر فرماتے ہیں: اگر انسان توبہ اور استغفار کی طرف توجہ نہ کرے تو سمجھو کہ بڑا ہی بدقسمت ہے۔ غفلت اور سُستی کا بہترین علاج استغفار ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل 274)

جلسہ سالانہ جرمنی 2023ء کے انتظامات اور ماحول سے متعلق سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ کے بعد بیت السبوح میں خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''اس وسیع انتظام میں اور نئی جگہ میں بہت سی کمیاں رہ گئی ہوں گی بلکہ رہیں اور بعض لحاظ سے بعض مہمانوں کو تکلیف بھی برداشت کرنی پڑی ہو گی اور بعض باتیں جو مجھے پہنچی ہیں، تکلیفیں ہوئیں بھی، لیکن کیونکہ دینی مقصد کے لیے آئے تھے اس لیے عموماً مہمانوں نے کوئی شکوہ شکایت نہیں کیا لیکن میرے پتہ کرنے پر مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض انتظامات صحیح نہیں تھے۔ بعض تو مَیں نے خود محسوس کیے۔ جہاں تک کارکنوں کا تعلق ہے انہوں نے تو عموماً بڑی محنت سے اپنے فرائض انجام دیے۔ معاونین ہیں یا دوسرے کارکن ہیں، جہاں ان کی طرف سے کوئی کمزوریاں ظاہر ہوئیں یا اس شعبے میں کوئی کمزوری ظاہر ہوئی تو وہ عموماً ان کے افسران کی غلط ہدایات کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ اس لیے جہاں جہاں مہمانوں کو تکلیف ہوئی ہے وہاں جلسے کی انتظامیہ کے افسران بھی ذمہ دار ہیں اور امیر صاحب کو اس بات کو خاص طور پر نوٹ کرنا چاہیے، دیکھنا چاہیے، کیونکہ یہ ان کی ذمہ داری بھی ہے۔

ان کو استغفار کرنا چاہیے اور آئندہ کے لیے اپنی کمیوں کو اپنی سرخ کتاب میں لکھ کر اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 8 ستمبر 2023ء الفضل انٹرنیشنل 29 ستمبر 2023ء)

اس خطبہ میں حضور نے افراد جماعت میں مجالس کے تقدّس کا خیال پیدا کرنے کے لیے مبلغین سلسلہ کو سارا سال تربیت کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انہی ارشادات کی روشنی میں اخبار احمدیہ جرمنی میں مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ اس کا آغاز حضور انور کے ارشاد ''استغفار کرنا چاہیے'' سے کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم حقیقی معنوں میں استغفار کا مضمون سمجھنے والے ہوں اور ہمارا یہ استغفار مقبول بھی ہو اور ہمیں آئندہ ایسی کمزوریوں اور کوتاہیوں سے بچانے والا ہو، آمین۔

# موبائل کچن ٹرک

(مکرم ملک ابرار الحق صاحب، سیکرٹری ضیافت جرمنی)

گزشتہ چند سالوں کی ہنگامی ضروریات مثلاً زلزلہ وسیلاب وغیرہ میں متاثرین کی امداد کے پیش نظر امیر صاحب جرمنی کی اجازت سے شعبہ ضیافت جرمنی کی طرف سے ایک موبائل کچن وین بنانے کا پروگرام تشکیل دیا گیا۔ جس کے لئے ایک ٹرک (LKW) خرید کر اسے کچن میں تبدیل کیا گیا۔ اس منصوبہ پر کام کرنے کی توفیق مکرم خلیل احمد مبشر صاحب، مکرم شکور صاحب، مکرم عطاء اللہ صاحب اور مکرم عدنان احمد صاحب کی ٹیم کے حصہ میں آئی جنہوں نے نہایت تندہی سے کام کیا۔

اس ٹرک میں درج ذیل اشیاء نصب کی گئیں۔

گیس کے 5 چولہے۔

33×2 کلو کے گیس سلنڈر، ایک الماری۔

برتن دھلائی کی مشین۔

ایگزاسٹ فین (Abzugshaube)۔

12 دیگوں کے لئے اسٹینڈز۔

تین تین سولیٹر کے دو واٹر ٹینک۔

نیز نکاسی آب کا مکمل نظام بھی تیار کیا گیا۔

بجلی کا مکمل انتظام جنریٹر سے چلانے کا انتظام کیا گیا۔

اس انتظام کے تحت بیک وقت ایک ہزار لوگوں کے لئے کھانا تیار کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح ٹرک کو حسبِ ضرورت کہیں بھی لے جاکر کھانا تیار کرنے کا کام فوری شروع کیا جاسکتا ہے۔ اور انسانی ہمدردی کے مواقع پر جماعت احمدیہ جرمنی اپنی اوّلین ذمہ داری ادا کرسکتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت ہماری درخواست کو قبول فرماتے ہوئے اپنے حالیہ دورہ جرمنی ستمبر اکتوبر 2023ء کے آخری روز اس موبائل کچن ٹرک جو بیت السبوح کے صحن میں موجود تھا، کے سامنے تشریف لاکر اس کے بابرکت اور نافع الناس ہونے کے لئے دعا کرائی جس میں سینکڑوں حاضر احباب کو بھی پیارے آقا کے ساتھ دعا میں شامل ہونے کی سعادت ملی، الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ اس کے مثبت اور بابرکت نتائج ظاہر فرمائے، آمین۔

# کزنز کی باہمی شادی، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

مکرم محمد اجمل شاہد صاحب۔ امریکہ

اسلامی ممالک سے آنے والے مہاجرین کی نئی نسلوں کو مغربی اور امریکی معاشرہ میں جن گوناگوں مسائل کا سامنا ہے ان میں ایک اہم مسئلہ کزنز کی باہمی شادی کا ہے۔ ان ممالک میں ایسی شادی غیر مناسب اور حرام سمجھی جاتی ہے جبکہ مسلم ممالک میں یہ مذہبی لحاظ سے معتبر سمجھی جاتی ہے اور صدیوں سے خاندانوں میں رواج پذیر ہے۔

کزنز کی باہمی شادیوں کا ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ فریقین ایک دوسرے کو جاننے کی وجہ سے آسانی سے اپنے بچوں کے رشتے طے کر لیتے تھے اور عام طور پر یہ شادیاں کامیاب رہتی تھیں۔ طلاق اور خلع کی شرح بھی بہت کم تھی اور اگر باہمی ناچاقی ہوتی تو اسے عام طور پر خاندان کے بڑے لوگ حل کر لیتے تھے۔ لیکن اب ان ممالک میں پلنے والی نسلیں یہاں کے ماحول سے متاثر ہو کر کزن کی باہمی شادی کو معیوب سمجھتی ہیں اور دوسرے خاندانوں کی تلاش میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ واضح ہے کہ اس سے ازدواجی مسائل دن بدن سنگین ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ نیز اس بناء پر طلاق و خلع کی شرح بھی ترقی پذیر ہے۔

مغربی ممالک میں کزن سے شادی کی حرمت کا رواج کسی الٰہی فرمان پر مبنی نہیں ہے۔ کیونکہ عہد نامہ قدیم و جدید میں رشتوں کی حرمت کی کوئی صراحت موجود نہیں۔ استثناء باب 27 کی آیات 23-22 میں صرف بہن اور ساس سے شادی کی حرمت کا ذکر ہے۔

اس کے علاوہ بائبل میں بعض ایسی باتوں کا ذکر ہے جو انتہائی طور پر قابل شرم ہیں مثلاً پیدائش باب 19 آیات 36-31 میں حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کا اپنے باپ سے حاملہ ہونے کا ذکر موجود ہے۔ ایسے لوگ جو کزن کی باہمی شادی کو قابل اعتراض قرار دیتے ہیں وہ بائبل کے ایسے بیان کردہ واقعات کی کیا تاویل پیش کریں گے؟

اگر بائبل کے اندر شادی کے متعلق کوئی ایسے احکام موجود ہوتے تو پھر بھی عیسائیوں کے لیے فرق نہ پڑتا کیونکہ اگرچہ مسیح علیہ السلام یہی کہتے رہے کہ تورات کا چھوٹے سے چھوٹا حکم بھی قابلِ عمل ہے (متی باب 5 آیت 17-20) مگر آپ کے بعد آپ کے ایک خودساختہ حواری پولوس نے شریعت کے احکام کو لعنت قرار دے دیا اور شرعی احکام پر عمل کرنے کی پابندی ختم کر دی (گلتیوں 3:13) پولوس کے خطوط پڑھنے سے کئی تضادات سامنے آتے ہیں۔ خود پولوس نے غیر اقوام کو متعدد احکامات دیئے ہیں یعنی اگر خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کو اوامر و نواہی دے جو شریعت کی اساس ہیں تو وہ لعنت ہیں لیکن پولوس خود لوگوں کو اوامر و نواہی دے تو وہ رحمت ہیں۔ یا للعجب۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ایسے کسی رشتہ کی حرمت کا ذکر کسی شریعت میں نہیں ہے تو پھر یہ خیال کیسے رواج پکڑ گیا کہ کزن کی باہمی شادی نہیں ہوسکتی۔ تحقیق کرنے سے جو اس کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ مغربی اور افریقی معاشرہ میں ان کے آباء واجداد ایک خاندان کے طور پر اکٹھے رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں کو شادی سے قبل باہمی اختلاط اور جنسی تعلقات کو روکنے کے لیے یہ اصول وضع کیا کہ قریبی رشتہ داروں میں باہمی شادی نہیں ہوسکتی بلکہ صرف دو خاندانوں میں ہوسکتی ہے۔ یہ گویا ایک Taboo تھا جو حالات کے پیش نظر اختیار کیا گیا تھا جو بعد میں ایک اصول کے طور پر راسخ ہو گیا۔ اب ان ممالک میں خاص طور پر فرسٹ کزن سے شادی نہیں ہوسکتی اور امریکہ کی بعض ریاستوں میں ملکی قانون میں یہ بات شامل کر دی گئی ہے۔ اس قسم کی صورتحال اکثر افریقن ممالک میں بھی ہے۔

اس بارہ میں اسلامی نقطہ نظر کو پیش کرنے سے قبل کزن کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ انگریزی زبان میں کزن کا لفظ ان تمام قریبی رشتہ داروں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ایک والدین کی اولاد ہوں یا والدین کے بہن بھائیوں کی اولاد ہوں۔ یہ سب فرسٹ کزن کہلاتے ہیں۔ ان سے جو آگے اولاد ہوتی ہے وہ بھی کزن کہلاتے ہیں مگر وہ ثانوی حیثیت رکھتے ہیں لیکن عربی اور اُردو زبان میں ان قریبی رشتہ داروں کی تقسیم مختلف رشتوں کے لحاظ سے چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد اور خالہ زاد وغیرہ ناموں سے کی جاتی ہے۔

اسلام نے ان رشتہ داروں کی اولاد کی باہمی شادی کو جائز قرار دیا ہے۔ ہمارے پیارے آقا ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی شادی اپنے عم زاد حضرت علیؓ سے کر کے اس کے لئے خود عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔

دنیا کی تمام الہامی کتب میں قرآنِ مجید وہ واحد کتاب ہے کہ جس میں بنی نوع انسان کی تمام ضروریات زندگی بشمول شادی وغیرہ کے متعلق تفصیلی احکام موجود ہیں۔ نیز جن رشتوں کو حرام قرار دیا گیا ہے ان کی حرمت کی حکمت بھی ضمنی طور پر بیان کردی گئی ہے تا کہ ان پر عمل کرنے میں آسانی ہو اور انسانی عقل کوئی انقباض محسوس نہ کرے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں جہاں ایک عورت یا بوقت ضرورت ایک سے زائد چار بیویوں کی اجازت دی ہے وہاں ان رشتوں کی تفصیل بھی بیان کی ہے جن سے رشتہ کرنا حرام ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء کی آیات 23-25 میں ایسے ممنوعہ رشتوں کی تفصیل موجود ہے لیکن ان میں زیرِ بحث کزنز کے باہمی رشتوں کا ذکر موجود نہیں ہے۔ اسی وجہ سے تمام اسلامی ممالک میں ایسی شادیاں بکثرت ہوتی چلی آ رہی ہیں اور قریبی رشتہ داروں میں باہمی ازدواج سے بچوں کی شادیوں کا مسئلہ کافی آسان تھا لیکن اب معاشرہ کے زیرِ اثر کزنز کی شادیوں کو معیوب سمجھا جاتا ہے اور دن بدن ازدواجی مسائل سنگین صورت اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔

میڈیکل شعبہ سے تعلق رکھنے والے بعض افراد کا یہ خیال ہے کہ کزنز سے باہمی شادی کی وجہ سے آئندہ نسل میں بعض خلقی نقائص پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ ان کے نزدیک قریبی رشتہ داروں کی باہمی شادی کی وجہ سے اس کا زیادہ امکان ہے۔ لیکن یہ رائے حتمی نہیں ہے۔ صدیوں سے اسلامی معاشرہ میں ایسی شادیاں ہو رہی ہیں اور وہ ہر لحاظ سے کامیاب ہیں۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو مغربی معاشرہ میں جہاں کزنز کی شادی نہیں ہوتی وہاں نمایاں طور پر معذور بچوں کی پیدائش نظر آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک قیاسی امر ہے اور اس کا حقائق سے تعلق نہیں۔

رشتوں کی حلت و حرمت کے سلسلہ میں قرآن مجید میں جو بنیادی حقیقت بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مرد و عورت کی تخلیق آئندہ نسلوں کے تسلسل کے لیے کی ہے۔ اس لئے خالق حقیقی ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سے رشتے مفید اور جائز ہیں اور کون سے رشتے ممنوع ہیں۔ یہ حق انسانوں کو نہیں دیا گیا کہ وہ خود رشتوں کی حلت و حرمت کا فیصلہ کریں۔ چنانچہ ایسے جو غلط فیصلے سوسائٹی میں رواج پا گئے تھے ان کی سختی سے تردید کی گئی ہے۔ اسی طرح بعض رشتے جو بظاہر جائز معلوم ہوتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی حرمت کا اعلان فرمایا ہے چنانچہ ایک طرف جہاں متبنّٰی کی رسم کو ختم فرمایا وہاں رسول کریم ﷺ کی روحانی ابوّت کا ذکر کیا ہے اور اس لحاظ سے حضورؐ کی ازواج کو اُمہات المومنین قرار دیا ہے اور حضورؐ کی وفات کے بعد ان سے شادی کو منع فرمایا ہے۔

(سورۃ احزاب آیت 7)

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن رشتوں کو حرام قرار دیا ہے ان کی حرمت کی حکمت بھی ساتھ ہی بیان فرما دی ہے۔ اس ضمن میں تین باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں:

1۔ بعض رشتوں کی حرمت اس وجہ سے کی گئی ہے کہ ادب اور احترام مانع ہے۔ چنانچہ باپ کی کسی بیوی سے شادی جائز نہیں اسی طرح دو بہنوں سے اکٹھی شادی معیوب اور کسی طرح مناسب نہیں۔ اس کے متعلق فرمایا ہے: ''یہ بڑی بے حیائی اور قابل نفرت عمل ہے''۔

(سورۃ نساء آیت 23)

2۔ اس بناء پر اُمہات المومنین یعنی ازواج نبی کریم ﷺ سے شادی منع کی گئی ہے۔ اسی طرح بیٹے کی بیوی یا اس کی ساس سے شادی منع کی گئی ہے۔ یہ ممانعت ان رشتوں کے بہت قریبی تعلق اور باہمی احترام کی وجہ سے ہے۔

3۔ رشتوں کی حرمت کی دوسری بڑی وجہ رضاعت کو قرار دیا گیا۔ فرمایا: (''تم پر حرام کردی گئی ہیں) تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری رضائی بہنیں''۔ (سورۃ النساء آیت 24)

اس بناء پر اگر کسی غیر عورت کا بھی دودھ پیا ہو تو وہ رضاعی ماں اور اس کی اولاد رضاعی بہن شمار ہوگی۔ اور اس سے شادی کی ممانعت کی گئی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ماں کے دودھ کی وجہ سے انسانی پیدائش میں بعض ایسی تخلیقی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں کہ جن سے آئندہ نسلیں متاثر ہوسکتی ہیں۔ ان میں پیدائشی نقص واقع ہوسکتے ہیں۔

رضاعت کی بناء پر رشتہ کی ممانعت مذہبی کتب میں صرف قرآنِ مجید میں بیان کی گئی ہے۔ دیگر کسی مذہبی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔ خالق حقیقی نے اس کا ذکر اس وجہ سے کیا ہے کہ اس سے نسلِ انسانی متاثر ہوسکتی ہے الغرض دینِ اسلام نے شادی کے متعلق مکمل احتیاط سے کام لیا ہے۔ اگر کزنز کی شادی سے ایسے نقائص کا امکان ہوتا تو اس کی اجازت نہ دی جاتی۔

4۔ شادی سے متعلق تیسرا اہم امر یہ بیان کیا گیا ہے کہ شادی شدہ عورتوں سے خواہ ان کے خاوند مسلم یا غیر مسلم ہوں شادی جائز نہیں۔ شادی شدہ عورتوں کو قرآنِ مجید میں محصنٰت قرار دیا گیا ہے یعنی وہ ایک حصار اور قلعہ میں محفوظ ہیں۔ البتہ اگر غیر مسلم عورتیں مسلمانوں کے خلاف جنگ و جدال کے لیے باہر نکلیں تو وہ یہ اپنا حق کھو بیٹھتی ہیں۔ ان سے جنگی قیدیوں سا سلوک کیا جائے گا۔

قرآنِ مجید کی سورۃ النساء کے رکوع 4 میں بڑی تفصیل سے بیاہ اور شادی کے سلسلہ میں جائز و ناجائز رشتوں کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔ اور ان میں کزن سے شادی کی ممانعت کا ذکر موجود نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے اسلامی ممالک میں یہ رائج ہے۔ اب جس اَمر کی اجازت خالق حقیقی نے مخلوق کے فائدہ کے لیے جائز قرار دی ہے اسے محض مغربی معاشرہ کے خوف سے ناجائز قرار دینا ہرگز مناسب نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اندھی اور غلط تقلید کی وجہ سے اسلامی معاشرہ کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ بچوں کی شادی کے لیے مناسب رشتہ کا انتخاب خاندان کی بچیوں اور خاندان سے باہر بچیوں سے جائز ہے۔ لیکن خاندان کے بچے/بچیوں کو محض اس لئے انکار کرنا کہ وہ قریبی ہیں اور انہیں ''بہن یا بھائی'' قرار دے کر رَدّ کرنا قرآنی تعلیم سے رُوگردانی ہے۔

رپورٹ: نمائندہ خصوصی

# پہلا ریفریشر کورس
## مربّیان و واقفینِ زندگی جرمنی

مؤرخہ 23 نومبر 2023ء کو سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے جماعت احمدیہ جرمنی کے مختلف دفاتر میں خدمات بجالانے والے مربیانِ سلسلہ اور واقفینِ زندگی کا ایک روزہ پہلا ریفریشر کورس منعقد ہوا۔ اس میں حضورانور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی ہدایت پر مکرم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن نے شرکت کی۔

پروگرام صبح دس بجے مسجد مبارک ویزبادن میں موصوف کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت قرآنِ کریم مکرم حماد احمد صاحب نے کی جس کے بعد محترم امیر صاحب نے حاضری کا جائزہ لیا اور چند تعارفی کلمات کہے۔ اس کے بعد مکرم جری اللہ خان صاحب (انچارج Personal) نے چند امور کی طرف توجہ دلائی۔ پھر صدر اجلاس اور مہمان خصوصی نے مربیان سلسلہ کو حضورانور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے وقتاً فوقتاً دی گئیں ہدایات پر مشتمل طویل، پُرمغز اور مؤثر تقریر کی۔ ہدایات کا یہ گلدستہ ہر مربی سلسلہ کے لئے ایک مشعلِ راہ اور کامیابی کی ضمانت ہے۔

موصوف کی تقریر کے بعد مکرم بہزاد احمد صاحب نے اعلان کیا کہ اب سب مربیان کو مختلف گروپس میں تقسیم کر کے جلسہ سالانہ کے انتظامات کے بارہ میں ایک ورکشاپ منعقد کی جائے گی۔ چنانچہ سب حاضر مربیان نے اپنے اپنے گروپ میں شامل ہو کر جلسہ سالانہ پر پیش آنے والے مسائل اور ان کے حل پر گفتگو کر کے اپنی اپنی سفارشات مرتب کیں۔ اس کے بعد کھانے اور نمازوں کا وقفہ ہوا۔ لوکل امیر مکرم شیخ عبدالرافع صاحب کی نگرانی میں مقامی احباب نے بہت عمدہ کھانے اور کھلانے کا انتظام کیا تھا، فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

کھانے کے بعد پھر سے سیشن شروع ہوا جس کی ابتداء میں مبلغ انچارج مکرم صداقت احمد صاحب نے تقریر کی اور بعض بنیادی امور بیان کر کے مربیان سلسلہ کو ان کی ذمہ داریوں اور فرائض کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ پھر گروپس کی شکل میں مربیان سلسلہ کو تقسیم کیا گیا اور دفتری امور کی بہتر رنگ میں سرانجام دہی کے لئے مختلف امور پر ورکشاپ منعقد ہوئی۔ پیش آنے والے مسائل کی پہلے تو تشخیص کی گئی پھر ان کے علاج کے لئے تجاویز جمع کی گئیں۔ شام پانچ بجے مہمان خصوصی کا اختتامی لیکچر شروع ہوا جس میں آپ نے اوّلین مبلغین سلسلہ کے نہایت ایمان افروز واقعات سنائے اور سامعین کے ایمانوں کو خوب گرمایا۔ آپ نے انڈونیشیا، افریقہ و امریکہ جانے والے ابتدائی مبلغین کی قربانیوں کا تفصیل سے ذکر کیا اور انہیں ملنے والی نصرت الٰہی کے حیرت انگیز اور روح پرور واقعات سنائے۔ آپ نے بتایا کہ جو روحانی معیار ہمارے ان ابتدائی مبلغین نے حاصل کیا۔ آج اسی معیار پر ہمارے پیارے آقا ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں جو قربانیوں کی راہیں ہمارے ان ابتدائی مبلّغین نے ہمارے لیے متعین کیں، آج انہی راہوں پر ہمارے قدم پڑنے چاہییں۔

ریفریشر کورس کے آخر پر حاضرین کو سوالات کا موقع دیا گیا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض مربیانِ سلسلہ نے محترم عبدالماجد صاحب سے مختلف قسم کے سوالات کئے جن کے جواب میں آپ نے نہایت ایمان افروز واقعات سنائے۔ آپ نے بتایا کہ جب انسان اللہ کی خاطر کسی کام کی نیّت کر لیتا ہے تو اللہ بھی اس کی مدد و نصرت فرماتا ہے۔ اور یہ سب خلافت کی برکت ہے اور مشکل سے مشکل کام اللہ تعالیٰ کی نصرت سے آسان ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبولیت دعا کے نظارے بھی دکھاتا ہے اور انعامات سے بھی نوازتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وقف کی روح اور پوری دیانتداری اور وفا کے ساتھ خدمت دین میں اپنے وجود کو جھونکیں اور ایک واقفِ زندگی کا کوئی لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔

دفتری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مقامی جماعت اور ذیلی تنظیموں کے رُکن ہونے کی حیثیت سے بھی اپنے فرائض ہر مربی کو انجام دینے چاہییں۔ مقامی جماعت کا اجلاس ہو یا ذیلی تنظیم کا، اس میں باقاعدگی سے اپنے

باقی صفحہ 38 پر

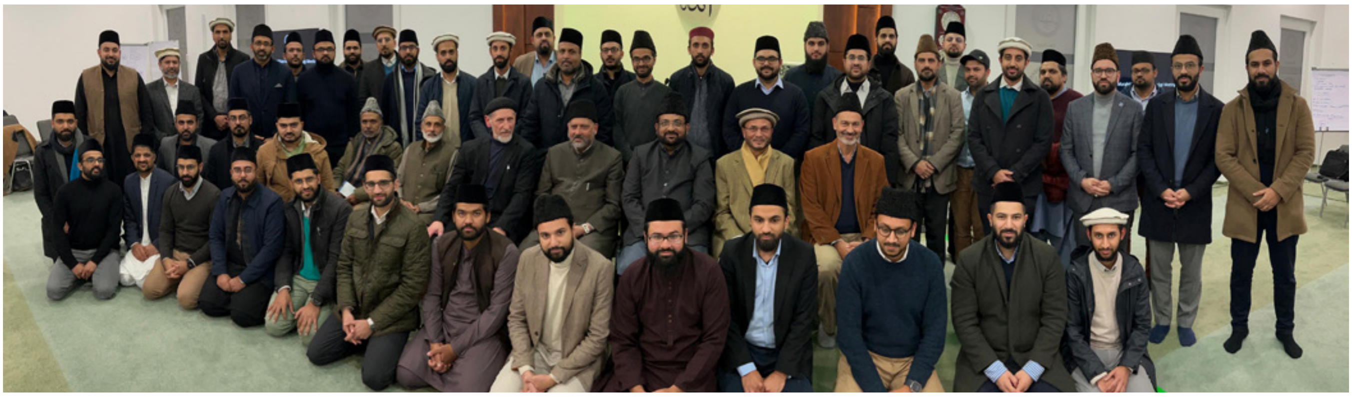

# یادیں جلسہ سالانہ ربوہ کی

مکرم چودھری حمید اللہ ظفر صاحب، سیکرٹری تحریک جدید جرمنی

رات چپکے سے دسمبر نے یہ سرگوشی کی
پھر سے اک بار رُلاؤں تجھے جاتے جاتے

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود رکھی اور پہلا ایک روزہ جلسہ سالانہ 27/دسمبر 1891ء کو قادیان دارالامان میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں 75 خوش قسمت مخلصین سلسلہ نے شرکت کی۔ پھر ایک اشتہار کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ساری جماعت کو اطلاع دی کہ ہر سال 27، 28، 29 دسمبر کی تاریخوں میں جلسہ منعقد ہوا کرے گا۔

آغاز میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام شاملین جلسہ کے لئے کھانے اور رہائش وغیرہ کا خود انتظام کرتے تھے۔ بلکہ بعض ایسے مستحقین تھے جن کو آمد و رَفت کے لئے بھی مدد دی جاتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اکثر ایسے غرباء فقراء دور دراز ملکوں کے ہوتے ہیں کہ جو جاتے وقت ان کو زادِ راہ دے کر رخصت کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کے اہتمام میں مکرم مولوی حکیم نور الدین صاحب بدل و جان کوشش کر رہے ہیں۔ اکثر دور کے مسافروں کو اپنے پاس سے زاد راہ دیتے ہیں چنانچہ بعض کو تیس تیس یا چالیس چالیس روپیہ دینے کا اتفاق ہوا ہے۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 399)

ایک موقع پر تو گھر کے سارے بستر مہمانوں کو دے دیئے گئے۔ پھر خادم آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا کہ مہمان بہت زیادہ آگئے ہیں اور بستر ختم ہو گئے ہیں۔ آپؑ نے اپنا بستر بھی مہمانوں کے لئے بھجوا دیا۔ اس وقت حضرت مصلح موعودؓ جو چھوٹے بچے تھے آپؑ کے پاس تھے۔ آپؑ نے انہیں گود میں لیا اور اوپر کمبل ڈال دیا۔ فرمایا کہ ہمارا کیا ہے ہم اسی طرح رات گزار لیں گے۔ اللہ اللہ حضور علیہ السلام کس قدر اپنے مہمانوں کا خیال رکھتے تھے۔

جلسہ سالانہ کا مستقل انعقاد دسمبر 1891ء میں قادیان میں شروع ہوا۔ 27/دسمبر 1893ء کا جلسہ بوجوہ ملتوی کر دیا گیا۔ لیکن بعد میں دسمبر میں جلسہ کا انعقاد مستقل ہوگیا۔ 1946ء تک خلیفہ وقت کی موجودگی میں قادیان میں جلسہ سالانہ ہوتا رہا۔ تقسیم ہند کے بعد 1947ء میں رَتن باغ لاہور میں جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔

ربوہ ہجرت کے بعد 1949ء میں نئے مرکز میں 15/اپریل تا 17/اپریل جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ یہ سلسلہ 1983ء تک چلتا رہا حتیٰ کہ 1984ء میں ایک ظالمانہ آرڈیننس کی وجہ سے ربوہ میں جلسہ منعقد نہ ہو سکا۔ 1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی ہجرت کے بعد 1985ء سے برطانیہ میں جلسے منعقد ہونا شروع ہو گئے۔ 2001ء میں جرمنی میں پہلا عالمی جلسہ من ہائم (Mannheim) کے مقام پر ہوا۔ اس سال برطانیہ میں 'منہ کھر' پھیلنے کی وجہ سے جلسہ نہیں ہو سکا تھا۔

1984ء میں ربوہ میں جلسہ سالانہ تو بند کر دیا گیا لیکن آہستہ آہستہ ملک ملک جلسہ ہائے سالانہ منعقد ہونے

شروع ہو گئے۔ لیکن قادیان اور ربوہ کے جلسوں کی یادیں ہمیشہ قلب و ذہن پر مستقل نقش ہو گئیں۔

تقسیم ہند سے پہلے لوگ دور نزدیک سے پیدل میلوں سفر طے کر کے جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہوتے تھے۔ میرے والد صاحب اکثر بتایا کرتے تھے کہ ہم کچھ احمدی اکٹھے ہو کر داتہ زید کا (سیالکوٹ) سے بدوملہی اور وہاں سے پھر دریائے راوی کو جو سردیوں میں خشک ہو جاتا تھا اور کہیں کہیں تھوڑا پانی کھڑا ہوتا تھا عبور کر کے بستی بستی گزر کر قادیان جلسہ پر پہنچا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیتِ دعا کا ایک اسی سفر کے دوران ہر سال پیش آنے والا واقعہ بڑے مزے سے سنایا کرتے تھے کہ ایک جگہ سے جب ہم گزرتے تو وہاں ایک سکھ صاحب بیٹھے ہوتے تھے۔ اور وہ ہر جلسہ پر جانے والے کو روکتے اور کہتے یہ گنے کا رس پی کر جائیں۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میرے والد کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ شادی کو ایک لمبا عرصہ گزر چکا تھا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا سے ان کا بیٹا پیدا ہوا اور وہ بیٹا میں ہوں۔ اب میرا اتنا تو فرض ہے کہ میں ان کے مریدوں کی یہ تھوڑی سی خدمت کروں۔

قادیان دارالامان کی تو بے شمار برکات ہیں اور آج قادیان کا نام دنیا بھر میں گونج رہا ہے۔ خاکسار راقم نے تو وہ زمانہ نہیں دیکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ گزر جانے کے ایک عرصہ بعد میری پیدائش ہوئی لیکن مجھے اس طرح قادیان کی برکت کا تجربہ ہوا کہ 1987ء میں خاکسار پاکستان ایئر فورس میں ملازمت کے سلسلہ میں کراچی ڈرگ روڈ متعین تھا ان دنوں میری رہائش بیت المبارک ڈرگ روڈ کے ساتھ جماعتی گیسٹ ہاؤس میں تھی۔ اللہ نے مجھے دو بچیاں جڑواں عطا فرمائی تھیں۔ وہ بیمار تھیں ڈاکٹر نے ہدایت دی کہ انہیں گائے کا دودھ پلایا جائے۔ چنانچہ وہاں ایک آدمی کا باڑا تھا جہاں وہ بھینسوں اور گائے کا دودھ فروخت کرتا تھا۔ پہلے دن میں وہاں سے دودھ لینے گیا۔ علی الصبح وہ دودھ دھو لیتے تھے۔ میں تاخیر سے پہنچا۔ پتہ چلا وہ دودھ بیچ کر گھر چلا گیا ہے اور بچا ہوا دودھ گھر لے گیا ہے۔ مجھے اس کے گھر کا پتہ تھا وہاں پہنچا دروازہ کھٹکھٹایا وہ باہر آیا۔ مَیں نے کہا مجھے گائے کا دودھ چاہئے۔ کہنے لگے دودھ تو ختم ہو گیا ہے۔ مَیں واپس مڑا تو پیچھے سے انہوں نے آواز دی کہ ٹھہرو تم کہاں رہتے ہو۔ میں نے کہا بیت المبارک کے سامنے گیسٹ ہاؤس میں۔ پوچھا آپ احمدی ہیں؟ مَیں نے کہا جی مَیں احمدی ہوں کہنے لگے یہ برتن مجھے دو اور اندر سے گائے کا دودھ لے آیا۔ مجھے اس پر تعجب ہوا کہ پہلے انکار کیا پھر دودھ دے دیا، راز کیا ہے؟ میرے پوچھنے پر بتایا کہ جب مجھے پتہ چلا کہ آپ احمدی ہیں تو انکار نہیں کر سکا کیونکہ میرا گاؤں قادیان سے آگے تھا۔ جب کبھی دیر ہوتی اور بٹالہ سے چل کر رات پڑ جاتی تو ہم مرزا صاحب کے لنگر خانے میں رات گزارتے تھے۔ وہاں مجھے گرم گرم تازہ کھانا اور سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں گرم بستر بھی ملتا تھا۔ تو میرا ابھی فرض ہے کہ میں مرزا صاحب کے مرید کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤں۔ پھر کہا یہ اوقات ہیں آپ اس دوران آ کر دودھ لے جایا کریں یا مجھے بتادیں کتنا دودھ روزانہ چاہئے اتنا میں ہر دن علیحدہ کر کے رکھ لیا کروں گا جب آئیں لے جائیں، الحمدللہ علیٰ ذالک۔

قادیان جلسہ سالانہ پر پیدل جانے کی بات ہو رہی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد بھی ایسے مخلصین سلسلہ تھے جو پیسے بچا کر جلسہ کے لئے آمد و رفت کا خرچہ جمع کر کے جلسہ سالانہ ربوہ میں شامل ہوتے تھے۔ ان میں سے اپنے گاؤں 'داتہ زید کا' کے اس درویش صفت بزرگ چودھری سیّد احمد باجوہ مرحوم کو جانتا ہوں جو مرغی کے انڈوں پر بھی چندہ دیا کرتے تھے۔ اکثر وہ گھی بیچ کر جلسہ سالانہ پر جانے کا کرایہ جمع کر لیتے لیکن ایسا بھی ہوا اور اکثر ہوا کہ جب پیسے پاس نہیں ہوتے تھے تو وہ جلسہ سالانہ ربوہ پر 'داتہ زید کا' سے پیدل دو تین دن کا سفر طے کر کے جایا کرتے تھے۔ آج ان کی نسل کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضلوں سے نوازا ہے اور وہ ملکوں ملکوں دنیا میں پھیل چکے ہیں اور میرے اس محترم بزرگ کے ایک پوتے کو اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کی انتظامیہ میں خدمت کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

میں بچہ تھا۔ ہم 'داتہ زید کا' جلسہ کی تیاری میں مصروف ہوتے، نئے کپڑے سلوا رہے ہوتے، خوشی کا عجیب سماں ہوتا تھا۔ جوں جوں جلسہ کے دن قریب آتے عجیب روحانی سرور بڑھتا جاتا۔ آخر صبح جانے کے لئے والدہ سحری کو اُٹھتیں۔ راستے کے لئے پراٹھے تیار کرتیں مولی کے، آلو کے اور کبھی انڈے پراٹھے۔ صبح کی نماز کے بعد سفر شروع ہوتا۔ گاؤں سے تین چار میل پیدل منگلا نہر کے پل تک شدید سردی میں چلنا ہوتا۔ اور جب زیادہ سردی محسوس ہوتی کھیتوں سے پرالی اکٹھی کرتے اور آگ جلا کر جسم کو گرم کر لیتے اور پھر سفر شروع ہوتا۔ آخر منگلا پل پر پہنچتے تو وہاں تانگے انتظار کر رہے ہوتے تا کہ مہتہ سوجا جائیں۔ اور وہاں سے سپیشل ٹرین سے ربوہ پہنچیں۔ کچھ مرد اور کچھ خواتین بدوملہی رات مسجد میں گزار کر اگلے دن سپیشل ٹرین سے ربوہ جاتے۔ بدوملہی کی جماعت ان سب کی خوب تواضع کرتی۔ ہم 'مہتہ سوجا' اسٹیشن پر سپیشل ٹرین کا انتظار کرتے۔ گاڑی آتی اور فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اُٹھتی۔ گاڑی جگہ جگہ ٹھہرتی۔ نعرے لگتے رہتے۔ گاڑی اپنی منزلیں طے کرتی چلتی جاتی۔ شاہدرہ اسٹیشن پر دوپہر کا کھانا ہوتا۔ بلکہ 'کلوجمیعًا' کا منظر ہوتا۔ ایسے لگتا جیسے ایک ہی خاندان کے افراد اس ٹرین پر سفر کر رہے ہوں۔ ہر کوئی اپنے گھر سے ساتھ رکھے پکے کھانے نکال کر خلوص اور محبّت و پیار کے ساتھ ایک دوسرے کو پیش کر رہا ہوتا۔ ایسا منظر دنیا نے کہاں دیکھا ہوگا! وہاں سے گاڑی پھر ربوہ کی طرف چلتی جاتی۔ جوں جوں ربوہ قریب آتا جاتا عجیب روحانی کیفیت طاری ہوتی جاتی۔ ٹرین کے اس سفر میں جلسہ پر جانے کا بہت سرور آتا۔ ہمارے امیر جماعت میاں جی چودھری بشیر احمد باجوہ صاحب بھی ہمارے ساتھ ہوتے۔ آپ حضرت چودھری ظفر اللہ خان ؓ صاحب مرحوم کے ماموں زاد بھائی تھے۔ آپ نارووال کی اسپیشل ٹرین کے

امیر قافلہ بھی ہوتے۔ چنیوٹ آتا تو دل کی کیفیت بیان کرنا مشکل ہے۔

ربوہ پہنچنے پر جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کی خدمت میں اھلاً و سھلاً و مرحبا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی روح آفریں صداؤں سے استقبال کیا جاتا۔ خدام احمدیت سامان اُٹھالیتے اور قیام گاہوں میں پہنچا دیتے۔ اگلے دن علی الصبح احباب نماز تہجد کے لئے مسجد مبارک کی طرف رواں دواں ہوتے تا کہ نماز فجر اپنے پیارے آقا کی اقتداء میں ادا کرنے کا شرف حاصل کرسکیں۔ ناشتہ مٹی کی بنی پیالیوں میں دال روٹی کا ہوتا۔ وہ دال بھی عجیب مزہ رکھتی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت لنگر خانہ کی یہ دال لوگ پانی کی طرح پینا پسند کرتے تھے۔ شام کو آلو گوشت کا سالن مزہ دوبالا کر رہا ہوتا تھا۔

صبح جلسہ کا افتتاحی اجلاس حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صدارت میں اکثر حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب آف سرگودھا کی وجد آفریں تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوتا اور چودھری شبیر احمد صاحب کی نظم کے بعد ہمارے دل وجان سے پیارے آقا کا دلآویز خطاب ہوتا جس سے پیاسی روحیں اپنی طراوت کا سامان کرتیں۔ علمائے سلسلہ کی تقاریر، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ، مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ، مولانا محمد نذیر صاحب لائلپوری، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب، کیا کیا نام لوں کہ ان میں حضرت چودھری ظفراللہ خان صاحبؓ صدر عالمی عدالت انصاف پھر برصغیر کے نامور شاعر، شاعر احمدیت ثاقب زیروی صاحب کی شرکت اور موخر الذکر کی ولولہ انگیز نظمیں روح میں اتر جایا کرتی تھیں۔ ادھر جلسہ کی کارروائی ختم ہونے کے بعد بازار میں جدھر جائیں حضرت امیر المومنین کی تقاریر کی ریکارڈنگ کیسٹ پر چل رہی ہوتی۔ اور کہیں ثاقب زیروی صاحب کی نظموں کی کیسٹ سے لوگ لطف اندوز ہو رہے ہوتے۔ جلسہ کے یہ تین دن بھی عجیب دن ہوتے۔ سال بھر ان کا انتظار رہتا اور ان کے گزرنے کا پتہ ہی نہ چلتا۔ ربوہ کے مکینوں کو دیکھیں تو وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے! کیسے خوش نہ ہوتے، اپنے گھروں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کو ٹھہرانے کا انتظام جو کرتے تھے۔ ان کے لئے غریب دلہن کی طرح قیام گاہوں کو سجاتے۔ مہمان زیادہ ہوجاتے اور گھروں میں جگہ کم پڑ جاتی، لیکن دل کشادہ ہی رہتے، چنانچہ گھروں کے کمروں میں کسیر (پرالی) ڈال کر مہمانوں کو اپنے کمروں میں جگہ دے دیتے اور خود اپنے ہی آنگن میں خیمے لگا کر ان میں منتقل ہوجاتے۔ جاڑے کے سخت موسم میں ان دیوانوں کی اپنے مہمانوں کے تواضع اور خدمت کرنے کا روحانی لطف تو وہی جانتے ہوں گے!

وہ لوگ آئے ہیں آنکھوں میں شمع شوق لئے
جنہیں نہ پوچھا کبھی کم نگاہ دنیا نے
مصافحوں میں لپک اور معانقوں میں خلوص
عجب سوز انہیں بخشتا ہے مسیحا نے

اور پھر ایسا ہوتا کہ روحانی سرور سے پُر یہ تین دن گزر جاتے۔ جہاں مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کا جھرمٹ ہوتا وہاں اداسی بسیرا کرنے لگتی اور خوشی خوشی آنے والے قافلے بوجھل دلوں کے ساتھ پھر اگلے سال انہی دنوں کے دیکھنے کی تمنّا لئے اپنے گھروں کو روانہ ہوجاتے۔ ربوہ اور اہالیانِ ربوہ کچھ دن اداسی میں گزارتے اور پھر اگلے سال اپنے معزز مہمانوں کی خدمت کی تمنا لئے اپنے روزمرّہ کے کاموں میں بادلِ نخواستہ ہی سہی، لیکن مصروف ہوجاتے:

یہ تین دن بھی عجب رحمتوں کے دن ہوں گے
کھِلیں گے دیدۂ و دل میں گلوں کے پیمانے
شراب نور سے دھو لو دل و نظر ثاقب
نصیب ہوں کہ نہ ہوں پھر یہ دن خدا جانے

جلسہ کی یادیں لکھتے وقت بار بار آنکھیں پُرنَم ہوجاتی رہیں۔ بارگاہِ ربّ العزّت میں یہ التجا لئے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ کرے کہ ظلم کی یہ سیاہ رات جلد ختم ہو اور ہمارے پیارے ربوہ کی رونقیں لَوٹ آئیں۔ اللہ ہمیں پھر ایسے ہی نظارے دیکھنے نصیب فرمائے، آمین۔

اے قادیاں دارالاماں
اونچا رہے تیرا نشاں
عرفان و حکمت کی مچلتی آبشاروں کے وطن
اخلاق اور ایمان کی روشن بہاروں کے وطن
اے مصطفیٰ کے دیں کے سچے جاں نثاروں کے وطن
یہ تُو ہے جس کے نُور سے
حیراں ہیں تاریکیاں
اے قادیاں دارالاماں
اونچا رہے تیرا نشاں
فردوس کو تیری بہاروں میں بسایا جائے گا
چنگاریوں کو دے کے لَو شعلے بنایا جائے گا
اقصائے عالم میں ترا ہی گیت گایا جائے گا
وہ دن نہیں ہیں دور کچھ
از فضل ربّ دو جہاں
اے قادیاں دارالاماں
اونچا رہے تیرا نشاں

(ثاقب زیرویؔ)

بقیہ: ریفریشر کورس مربیان وواقفین زندگی از صفحہ 35

انچارج/ افسر صیغہ سے اجازت حاصل کر کے شامل ہونا ہے۔ اگر دفتر میں کوئی بہت اہم، فوری نوعیت کا کام ہے تو پھر جماعتی اجلاس کی صورت میں صدر جماعت اور ذیلی تنظیم کے اجلاس/پروگرام کی صورت میں اپنی مجلس کے زعیم/قائد کو بتا دیں کہ اس خاص وجہ سے اجلاس میں شامل نہ ہوسکوں گا۔ یہی معمول ہر مربی سلسلہ کا ہونا چاہئے۔

اس خوشگوار اور ایمان افروز مجلس کے بعد رات سوا چھ بجے یہ ریفریشر کورس دعا کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس ریفریشر کورس کے حاضرین میں 49 مربیان اور 6 واقفین زندگی شامل تھے۔ آئندہ یہ پروگرام ہر دو ماہ کے بعد ہوا کرے گا۔

ان شاء اللہ العزیز

شعبہ تعلیم القرآن و وقف عارضی جماعت جرمنی

# سالانہ تقریب تقسیم انعامات 2023ء

رپورٹ: مکرم بلال اویس صاحب مربی سلسلہ، شعبہ تعلیم القرآن و وقف عارضی جرمنی

مؤرخہ 12 نومبر 2023ء کو شعبہ تعلیم القرآن وقفِ عارضی جرمنی کے زیرِ اہتمام سالانہ تقریب تقسیم انعامات مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت جرمنی کی زیرِ صدارت بیت السبوح فرانکفرٹ میں منعقد ہوئی۔ مکرم صداقت احمد صاحب مبلغ انچارج بطور مہمانِ خصوصی شامل ہوئے۔

امسال دو طلباء عزیزم حافظ ساحل ادریس اور عزیزم حافظ تحسین محمود نے تکمیل حفظ القرآن کی سعادت حاصل کی۔ علاوہ ازیں حفظ کلاس کے سالانہ امتحانات میں احسن کارکردگی دکھانے والے طلباء، نیز معلّمین کلاسز اردو و جرمن ترجمہ اور ترتیل القرآن کے امتحانات پاس کرنے والے طلباء کو بھی انعامات و اسناد دی گئیں۔

اسی طرح سن 23-2022ء میں وقف عارضی میں مثالی کارکردگی دکھانے والی جماعتوں/حلقہ جات میں بھی اعزازی اسناد تقسیم کی گئیں۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام سے ہوا۔ اس کے بعد انچارج حفظ القرآن کلاس مکرم لئیق احمد صاحب نے حفظ مکمل کرنے والے دو طلباء کا مختصر تعارف پیش کیا۔

## عزیزم حافظ ساحل ادریس

عزیزم حافظ ساحل ادریس صاحب ابن مکرم عاطف علیم ادریس صاحب کا تعلق لوکل امارت Dietzenbach کے حلقہ بیت الہادی سے ہے۔ عزیزم نے 17 جولائی 2017ء کو حفظ کلاس میں داخلہ لیا اور 17 جون 2023ء کو پانچ سال اور 11 مہینے کے عرصہ میں بعمر 18 سال قرآن مجید مکمل حفظ کرنے کی سعادت پائی، الحمدللہ۔ اس عرصہ میں عزیزم نے اپنے سکول کی پڑھائی کے ساتھ ساتھ محنت، عزم اور دلی لگن کے ساتھ یہ سعادت بھی پائی۔ ان کے والدین نے بھی شعبہ ہذا سے بھرپور تعاون کیا۔

مکرم حافظ عقیل باجوہ صاحب نے بطور استاد خدمت قرآن کی سعادت پائی۔ اسی طرح مکرم رانا شیراز صاحب مربی سلسلہ نے بھی اس سلسلہ میں بھرپور تعاون کیا، فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

## عزیزم حافظ تحسین محمود

دوسرے طالب علم حافظ تحسین محمود صاحب ابن مکرم انتصار محمود صاحب جماعت Oldenburg ہیں۔ انہوں نے 27 اگست 2019ء کو حفظ قرآن کلاس میں داخلہ لیا اور 20 جون 2023ء کو صرف 3 سال اور 10 ماہ کے عرصہ میں بعمر 15 سال حفظ القرآن مکمل کرنے کی سعادت پائی۔ انہوں نے بھی بڑی محنت اور لگن سے اس کی توفیق پائی۔ بطور استاد مکرم لمعات مرزا

صاحب نے اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ قاعدہ ترتیل القرآن کے مصنف ہیں اور جرمنی بھر سے بچے آپ کی خدمات سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

عزیزم کو مقامی مربی سلسلہ مکرم سیّد سلمان شاہ صاحب کا بھی بھرپور تعاون حاصل رہا۔

حفاظ کے تعارف کے بعد امیر صاحب نے دونوں طلباء میں اسناد و نقد انعام اور اساتذہ و مقامی مربیان سلسلہ کو تحائف تقسیم کئے۔

بعد ازاں مبلغ انچارج جرمنی مکرم صداقت احمد صاحب نے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم کو پھیلانے کی اہمیت پر تقریر کی۔

تقریر کے بعد مکرم حشام احمد صاحب معاون شعبہ تعلیم القرآن و وقف عارضی نے حفظ القرآن کلاس، معلّمین کلاس کے امتحانات اور وقف عارضی 2022-23ء کی رپورٹ کارکردگی پریزنٹیشن کی صورت میں پیش کی۔

حفظ القرآن کلاس کے امتحانات مورخہ 31 جولائی تا 4 اگست بمقام جامعہ احمدیہ جرمنی منعقد ہوئے جس میں 52 طلباء نے حفظ کردہ سپاروں کا امتحان دیا۔ اس میں 16 ممتحنین اور انتظامیہ کے 17 کارکنان نے خدمت کی توفیق پائی۔ ان امتحانات میں احسن کارکردگی دکھانے والے طلباء کو بھی انعامات دیئے گئے۔

تقسیم انعامات کے بعد مکرم امیر صاحب جرمنی نے اختتامی تقریر میں خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے حفظ مکمل کرنے والے طلباء اور امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے والے طلباء کو مبارکباد پیش کی نیز حفظ القرآن، تعلیم القرآن اور وقف عارضی سے متعلق اپنی قیمتی نصائح سے نوازا۔ بچوں کو قرآنی تعلیم دِلوانے کی طرف والدین کو توجہ دلائی۔ مکرم امیر صاحب نے طلباء اور معلّمین اور صدران جماعت کو انعامات سے بھی نوازا۔

معلّمین ترجمۃالقرآن درجہ اولیٰ کے 12 طلباء اور درجہ ثانیہ کے 14 طلباء اور درجہ ثالثہ کے 11 طلباء نے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ معلّمین جرمن ترجمۃالقرآن درجہ اولیٰ کے 5، درجہ ثانیہ کے 6 طلباء نے اور معلّمین جرمن ترتیل القران کلاس کے 5 طلباء نے اپنا کورس مکمل کیا ان سب طلباء کو بھی انعامات دیئے گئے نیز معلّمین کلاسز کے اساتذہ و مربیان سلسلہ مکرم امتیاز شاہین صاحب، مکرم شمس اقبال صاحب اور مکرم انصر بلال صاحب کو بھی تحائف دئے گئے۔

آخر میں ناظم اعلیٰ تقریب محترم عباس احمد صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا نیز اس تقریب کے انتظامات میں مددگار جماعتوں اور وقف عارضی کرنے والے احباب کا شکریہ ادا کیا دعا کے بعد حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

اس تقریب میں خواتین کی شمولیت کا انتظام بھی کیا گیا تھا جس میں شعبہ سمعی و بصری نے آواز اور براہِ راست ویڈیو کے لیے سہولت مہیا کی۔ نیشنل شعبہ ضیافت اور جائیداد اور انتظامیہ بیت السبوح نے اس تقریب کو کامیاب کرنے میں خصوصی تعاون کیا۔ تقریب میں قریباً 300 احباب و خواتین شامل ہوئے۔

حفظ القرآن کلاس جرمنی 2017ء سے جاری ہے جس میں ہر سال نئے طلباء کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے 58 بچے حفظ القرآن کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

سال 2024ء کی کلاس میں داخلہ کے لیے رجسٹریشن جاری ہے اور اس کی آخری تاریخ 31 جنوری 2024ء ہے۔ آٹھ سے گیارہ سال تک کی عمر کے بچے شعبہ تعلیم القرآن و وقفِ عارضی کی مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر آن لائن درخواست بھجوا سکتے ہیں۔

www.taleem-ul-quran.de/quran/hifz-ul-quran-klassen/

بچوں کی مصروفیات یعنی اسکول اور دیگر سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے مقررہ کردہ اساتذہ اور مقامی مربیان سلسلہ بچوں کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے آن لائن ویڈیو کلاسز کا اہتمام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خدمت قرآن کرنے والے تمام اساتذہ، کارکنان، طلباء اور والدین کو اپنے بے حد فضل سے نوازے، آمین۔

مکرم انتصار محمود صاحب، مکرم امیر صاحب جرمنی، عزیزم حافظ تحسین محمود، مکرم لمعات مرزا صاحب

مکرم امیر صاحب جرمنی، عزیزم حافظ ساحل ادریس، مکرم عاطف علیم ادریس صاحب

# مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ جرمنی 2023ء

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کی 34ویں مجلس شوریٰ مؤرخہ 13 تا 14 اکتوبر 2023ء کو بیت السبوح فرانکفرٹ میں منعقد ہوئی۔ مجلس شوریٰ کا آغاز بروز جمعہ شام 6 بجے ہوا۔ تلاوتِ قرآن کریم، افتتاحی اجلاس اور دعا کے بعد مجلس شوریٰ کے قواعد اور مجلس شوریٰ کا ایجنڈا پیش کیا گیا اور سب کمیٹیز کا انتخاب عمل میں آیا۔ نمازوں اور کھانے کے بعد 21:15 بجے سب کمیٹیز کے اجلاسات منعقد ہوئے جو کہ رات دیر تک جاری رہے۔

مجلس شوریٰ کے دوسرے روز نماز تہجد، نماز فجر اور ناشتہ کے بعد صبح 9 بجے تلاوت قرآن کریم کے ساتھ شوریٰ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ سب کمیٹیوں کے صدران نے اپنی اپنی رپورٹس اور تجاویز پیش کیں اور ممبران مجلس شوریٰ نے ان تجاویز پر اپنی رائے دی۔ اس کے بعد نیشنل شعبہ جات کی سالانہ رپورٹس پیش کی گئیں اور شوریٰ ممبران کو سوالات اور تجاویز پیش کرنے کا موقع دیا گیا۔ یہ سلسلہ نماز ظہر و عصر اور کھانے کے بعد شام ساڑھے پانچ بجے تک جاری رہا۔ وقفہ کے بعد صدر مجلس کا انتخاب عمل میں آیا جس کی صدارت حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے مطابق مکرم مبارک احمد تنویر صاحب مربی سلسلہ و سیکرٹری تصنیف و اشاعت جرمنی نے کی۔

نماز مغرب و عشاء اور کھانے کے بعد سب کمیٹی مال کی رپورٹ پیش کی گئی اور مہتمم صاحب مال نے مجوزہ بجٹ برائے مالی سال 2023-2024ء ممبرانِ مجلسِ شوریٰ کے سامنے پیش کیا۔ ممبران شوریٰ نے پیش کئے گئے بجٹ کے متعلق سوالات کئے اور تجاویز پیش کیں۔ ان تجاویز پر مجلس شوریٰ سے رائے لی گئی۔ شام دس بجے دعا کے ساتھ مجلس شوریٰ کا اختتام ہوا۔

حضور انور کی خدمت میں درج ذیل تجاویز اور ان کے متعلق سفارشات بغرض منظوری بھجوائی گئیں جنہیں حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت منظور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تجویز نمبر 1: نئی نسل کو جماعت کے ساتھ جوڑنا

بلوغت کی عمر میں داخل ہونے والے اطفال اور نوجوان خدام (12-18 سال کی عمر) کو خاص توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کو جماعت کے ساتھ جوڑنے اور معاشرہ کے بداثرات سے بچانے کے لئے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

مجلس شوریٰ اس حوالہ سے منصوبہ بندی کرے کہ مقامی مجلس کی ان اطفال اور خدام کی بطور "احمدی مسلمان" مستقل طور پر شناخت بنانے میں کیسے مدد کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح والدین کی مدد کے لئے بھی تجاویز پیش کی جائیں۔ (نیشنل مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ جرمنی)

تجویز نمبر 2: معاشرے کے خطرات

آج کل کے معاشرے میں ہمارے اطفال اور خدام کو ایسے خطرات کا سامنا ہے جن کی وجہ سے ان کے جسمانی اور روحانی نشوونما کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

مثال کے طور پر:

- میاں بیوی کے تعلقات
- ڈرگز، شراب، شیشہ، vaping وغیرہ کا استعمال
- سوشل میڈیا کے خطرات

مجلس شوریٰ ایک لائحہ عمل تیار کرے تا کہ

(ا) مندرجہ بالا خطرات کے متعلق آگاہی کیسے پیدا کی جاسکتی ہے اور بچایا جاسکتا ہے؟

(ب) ان چیزوں میں ملوث خدام کی مدد کیسے کی جاسکتی ہے؟ (نیشنل مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ جرمنی)

دلچسپ سائنسی خبریں

# محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

(مرتبہ: مکرم زاہد ندیم بھٹی صاحب۔ بائیوٹیکنالوجیسٹ)

## اپنے گھر میں سونے کی کاشت

'ایک سیزن میں پانچ لاکھ روپے کمانے کے لیے آپ کو زعفران کے بیج، ایک خالی کمرہ، چند ریک اور کچھ پلاسٹک کنٹینیز درکار ہیں'۔

یہ کہنا ہے انڈیا کے زیر انتظام کشمیر میں بڈگام کے پکھر پورہ گاؤں میں رہنے والے کمپیوٹر انجینئر راشد خان کا۔ زعفران کی کاشت راشد کا خاندانی پیشہ نہیں ہے اور نہ ہی پکھر پورہ کی زمین اس کے لیے موزوں ہے۔

گھروں کے اندر زعفران کی کاشت سے بہترین اضافی آمدن ہوسکتی ہے اور اس کے لیے وسیع کھیتوں کی

ضرورت نہیں صرف درجہ حرارت کا خیال رکھنا ہوتا ہے اور اگر نمی کم ہو جائے تو اسے ماحول میں پانی کا چھڑکاؤ کر کے برابر کیا جا سکتا ہے۔ زرعی یونیورسٹی کے پروفیسر بشیر احمد الٰہی کہتے ہیں کہ 'ہم کھیتوں میں زعفران کی کاشت کو ختم نہیں کر رہے ہیں۔ البتہ ہم نے موسمیاتی تبدیلی سے نمٹنے کا ایک راستہ بتایا ہے، اور کسان کامیابی سے ان ڈور فارمنگ کر رہے ہیں'۔[1]

## ذیابیطس کی وجہ کیا ہے

جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو ہمارا جسم نشاستے (کاربوہائیڈریٹس) کو شکر (گلوکوز) میں تبدیل کر دیتا ہے، جس کے بعد لبلبے (پینکریاز) میں پیدا ہونے والا ہارمون انسولین ہمارے جسم کے خلیوں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ توانائی کے حصول کے لیے اس شکر کو جذب کریں۔ ذیابیطس تب لاحق ہوتا ہے جب انسولین مناسب مقدار میں پیدا نہیں ہوتی یا کام نہیں کرتی، اس کی وجہ سے شکر ہمارے خون میں جمع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

عمومی علامات میں بہت زیادہ پیاس لگنا، معمول سے زیادہ پیشاب آنا خصوصاً رات کے وقت، تھکاوٹ محسوس کرنا، وزن کا کم ہونا اور زخموں کا نہ بھرنا شامل ہیں۔

آپ صحت مند غذا اور چست طرزِ زندگی سے اپنے خون میں شکر کو مناسب سطح پر رکھ سکتے ہیں۔ پروسیس کیے گئے میٹھے کھانوں اور مشروبات سے پرہیز اور سفید روٹی اور پاستا کی جگہ خالص آٹے کا استعمال پہلا مرحلہ ہے۔ ریفائنڈ چینی، سفید آٹا کی روٹی، سفید چاول، سفید پاستا، بیکری کی اشیا، سوڈا والے مشروبات، مٹھائیاں اور ناشتے کے میٹھے سیریل سے ہر ممکن پرہیز کرنا چاہیے، اس وقت بھی جب آپ کو یہ مرض لاحق نہ ہوا ہو۔ اسی طرح صحت مند غذاؤں میں سبزیاں، پھل، بیج، اناج شامل ہیں۔ صحت مند تیل، میوے اور اومیگا تھری والے مچھلی کے تیل بھی شوگر

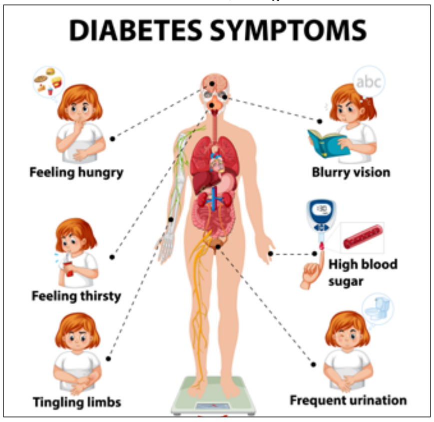


سے بچاؤ میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ وقفے وقفے سے کھایا جائے اور بھوک مٹنے پر ہاتھ روک لیا جائے۔ جسمانی ورزش بھی خون میں شوگر کے تناسب کو کم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ برطانیہ میں این ایچ ایس تجویز کرتا ہے کہ ہفتے میں کم از کم ڈھائی گھنٹے ایروبکس کرنا یا تیز چہل قدمی یا سیڑھیاں چڑھنا مفید ہے۔[2]

## طِبّ کا نوبل انعام

2023ء کا میڈیسن فزیالوجی کا نوبل پرائز ان دو سائنسدانوں کو دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے جنہوں نے کورونا وائرس کی ویکیسین میں بنیادی کردار ادا کرنے والی میسینجر RNA (mRNA) ٹیکنالوجی کو متعارف کروایا تھا۔

یاد رہے کہ mRNA پر بنیاد کر کے ویکیسن تیار کرنے کی یہ پہلی کامیاب اور منفرد کوشش تھی۔ اس سے نہ صرف ویکیسن کی تیاری کی ایک بالکل الگ جہت کا آغاز ہوا بلکہ مستقبل میں مختلف اقسام کے کینسرز کا علاج بھی اس ٹیکنالوجی سے ممکن ہو سکے گا۔ یہ دونوں سائنسدان محترمہ Kathalin Karikó اور جناب Drew Weissman ہیں۔[3]

## طبّی تحقیق اور چوہے

کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ انسانوں سے متعلق طبی تحقیق میں آخر چوہے ہی کثرت سے استعمال کیوں کیے جاتے ہیں؟ تو اس کی بہت سی وجوہات ہیں جن میں سے ایک تو چوہوں کے جین انسانی جینز (وراثتی مادہ) سے بہت حد تک مطابقت رکھتے ہیں، دوسرا چوہوں میں بیماریوں کے اثرات انسانوں سے بہت مطابقت رکھتے ہیں اور ان کی مختصر زندگی (2 سے 3 سال) میں بیماری کے مراحل کا بخوبی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ اپنی نسل بہت تیزی سے بڑھاتے ہیں لہٰذا تحقیق کے لیے آسانی مہیا ہیں۔[4]

1-www.bbc.com/urdu/articles/clwpgpe9n9o
2-www.bbc.com/urdu/science-46185025
3-www.sciencenews.org/article/nobel-prize-physiology-medicine-2023-mrna-vaccine-covid
4-www.eara.eu/mice-and-animal-research?lang=de

# ملکی و عالمی خبریں

منور علی شاہد

## نئے امیگریشن قوانین پر عمل درآمد

جرمنی میں دہائیوں سے بڑھتی ہوئی ہنرمند افرادی قوت کی کمی کو ختم کرنے کے لئے امیگریشن قوانین میں کی گئی ترامیم پر عمل شروع ہوگیا ہے۔ ان قوانین پر تین مراحل میں عمل کیا جائے گا جس کی ابتداء 18 نومبر سے کر دی گئی ہے۔ جرمن پارلیمان بندس ٹاگ نے اس سکلڈ امیگریشن ترامیم کی موسم گرما میں منظوری دی تھی۔ امیگریشن ترامیم کے تحت ای یو بلیو کارڈ، رہائش کی شرائط کو نرمی کے ساتھ ساتھ قابلیت اور تجربہ میں سہولیات فراہم کی گئیں ہیں۔ شرائط پر پورا اترنے والے ہنرمند افراد کے تین سال کے ویزے کی مدت میں اضافہ بھی ممکن ہوگا۔

## پھیپھڑوں کے امراض میں اضافہ

دنیا بھر میں پھیپھڑوں کے مرض میں مبتلا مریضوں کی تعداد گزشتہ تیس سالوں میں بلند ترین سطح پر پہنچ گئی ہے۔ عالمی ادارہ صحت کی طرف سے جاری کردہ ایک رپورٹ کے مطابق 1995ء میں ٹی بی کی مانیٹرنگ شروع ہونے کے بعد 2022ء میں سب سے بڑی تعداد اس مرض میں مبتلا افراد کی سامنے آئی ہے جو 10.6 ملین ہے۔ رپورٹ کے مطابق ان افراد میں 7.5 ایسے افراد شامل تھے جو پہلی بار پھیپھڑوں کے مرض میں مبتلا ہوئے تھے۔ عالمی ادارہ صحت نے تپ دق کے مریضوں کی اس بڑھتی تعداد کی وجہ کورونا کی وبا کے دوران تاخیر سے علاج شروع ہونے کو قرار دیا ہے۔

## خودکشی کی اجازت نہیں، جرمن عدالت کا فیصلہ

جرمن کی ایک اعلیٰ عدالت نے دو شدید بیمار مریضوں کو دوا کے ذریعے مَرنے کی کوشش کرنے سے منع کر دیا اور ان کی دوا تک براہِ راست رسائی روک دی ہے۔ وفاقی عدالت کے فیصلے کے مطابق جو لوگ اپنی زندگی کا خاتمہ چاہتے ہیں انہیں مہلک دوا تک براہِ راست رسائی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ خبر کے مندرجات کے مطابق شدید بیمار دو مریضوں میں سے ایک شخص کینسر کے تکلیف دہ مرض میں مبتلا ہے جبکہ دوسرا ایک پیچیدہ بیماری میں مبتلا ہے اور دونوں نے متعلقہ ادارے سے مہلک دوا خریدنے کی اجازت لینے کی درخواست دائر کی تھی۔

## جرمنی میں طالبان کے نمائندہ کی تقریر

افغانستان کی وزارت خوراک و ادویات کے سربراہ عبدالباری عمر نے 16 نومبر 2023ء کو جرمنی کے شہر Köln کے شمالی علاقے کورواِئلر (Chorweiler) کی ایک مسجد میں تقریر کی جس پر جرمنی بھر میں غم و غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر گردش کرنے والی ویڈیوز پر ردِّعمل دیتے ہوئے جرمن وزارت خارجہ نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ حکومت کو ان کی آمد کی کوئی اطلاع نہیں اور نہ ہی حکومت نے انہیں ویزہ جاری کیا تھا۔ ڈوئچے ویلے کے مطابق جرمن وزیرِ داخلہ نینسی فیزر (Nancy Faeser) نے اس کی مذمت میں کہا کہ شدّت پسندوں کو اسٹیج فراہم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس مسجد کی منتظم تنظیم دِتِب (DITIB) کا کہنا ہے کہ اس نے ایک افغان ثقافتی تنظیم کو مذہبی ایونٹ کے انعقاد کی اجازت دی تھی۔ طے شدہ معاہدے کے برخلاف یہ ایک سیاسی ایونٹ بن گیا جس میں ایک ایسے شخص کو خطاب کے لیے بلایا گیا جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے تھے۔

## توانائی کے لیے کوئلے کا استعمال

جرمن چانسلر اولاف شولس کی قیادت میں موجودہ مخلوط حکومت کے اقتدار میں آنے سے پہلے تینوں حکومتی جماعتوں کے مابین مشترکہ حکومتی ایجنڈے کے لیے جو معاہدہ دو سال قبل طے پایا تھا ان میں سے توانائی کے ماحول دوست ذرائع کے استعمال کو رواج دینے کی سیاسی خواہش کا ایک نتیجہ یہ طے پا جانا بھی تھا کہ جرمنی میں توانائی کے حصول کے لیے معدنی ایندھن کے طور پر کوئلے کا استعمال 2030ء تک بتدریج ختم کر دیا جائے گا۔

وفاقی وزیر خزانہ کرسٹیان لِنڈنر (Christian Lindner) نے اخبار -Kölner Stadt Anzeiger کو ایک انٹرویو میں کہا:

’’جب تک یہ واضح نہیں ہوتا کہ توانائی دستیاب ہے اور وہ بھی ایسی قیمتوں پر جن کی ادائیگی کا متحمل ہوا جا سکے، تب تک ہمیں یہ خواب دیکھنا بند کرنا ہوگا کہ ہم 2030ء تک کوئلے کا توانائی کے حصول کے لیے استعمال بتدریج ختم کر سکیں گے‘‘۔ (بشکریہ www.dw.com/ur)

مرتّبہ: مدبّر احمد خان

# تاریخ جرمنی

ہم یہ دیکھ چکے ہیں، کہ مغرب میں بالعموم اور جرمنی میں بالخصوص مختلف فکری تحریکیں اٹھتی رہیں۔فکری تحریکوں کا اثر صرف چند علماء یا مدارس تک محدود نہیں سمجھنا چاہیے۔ بلکہ یہ عوام، مذہب، معاشرت اور سیاست سے بھی گہرا تعلق رکھتی ہیں۔فکری تغیرات جو سائنس، فلسفے اور مذہبی تفہیم میں پیدا ہوئے تھے، وہ نسل در نسل آگے بڑھتے رہے اور اٹھارہویں صدی میں گویا وہ اپنے بامِ عروج پر پہنچ گئے۔

جرمنی میں فلسفے کے میدان کے دو بہت بڑے نام اپنا کام اٹھارہویں صدی میں کر گئے۔ ایک Immanuel Kant اور دوسرے Gottfried Wilhelm Leibniz, Kant اور Leibniz نے اپنی تحریروں سے اس عہد کی بنیاد رکھی جسے Enlightenment یعنی روشن خیالی کہا جاتا ہے، ہاں، یہ بات درست ہے کہ روشن خیالی جرمنی میں برطانیہ اور فرانس سے سفر کر کے پہنچی۔اور ان دو ملکوں میں روشن خیالی کا آغاز پہلے ہو چکا تھا۔ Descartes, Hume, Bacon, Voltaire اور Spinoza کے نام اس سلسلے میں لینا لازم ہے۔تاہم ہمارا مقصد چونکہ جرمنی کی تاریخ کا ذکر ہے، لہٰذا ہم Kant اور Leibniz کے خیالات پیش کرتے ہیں۔اور یوں بھی Kant کا شمار دنیا کے عظیم ترین فلسفیوں میں ہوتا ہے۔

روشن خیالی کے باب میں یہ کہنا چاہیے کہ اگر Renaissance یعنی نشاۃِ ثانیہ کو خواص کے لیے سمجھا جائے تو دو صدی بعد روشن خیالی کا مخاطب ہر خاص و عام تھا۔ اس تحریک کا پہلا بنیادی خیال یہ ہے کہ وہی تصور قابلِ قبول ہوگا، جس کے شواہد موجود ہوں یا جو عقلی دلائل سے ثابت کیا جا سکے۔ اور کسی چیز کو بنا عقلی دلیل قبول نہیں کیا جائے گا۔

دوسرا اصول یہ تھا کہ فرد نتائج اخذ کرنے کا خود ذمہ دار ہے۔ اسے عقل و خرد کا استعمال کرتے ہوئے خود صحیح نتائج تک پہنچنا ہے۔ Kant نے اپنے ایک مقالے میں روشن خیالی کی تعریف میں لکھا ہے کہ روشن خیالی اس بات کا نام ہے کہ "انسان اپنی اس نابلوغت سے آزاد ہو جس کا وہ خود قصور وار ہے۔ نابلوغت وہ صلاحیت کا فقدان ہے کہ انسان اپنی عقل کا استعمال کسی دوسرے کی راہ نمائی کے بغیر نہ کر سکے''۔ پھر لکھتے ہیں کہ ''ہمت کرو، اور اپنی عقل کو استعمال میں لاؤ!"

تیسرا اصول یہ تھا کہ کوئی شے اور موضوع تنقید سے مبرا نہیں۔ ظاہر ہے کہ عقلی طور پر کسی بھی نتیجے تک پہنچنے کے لیے اس پر تنقید یعنی سوالات اٹھانا لازم ہے۔ اسی کے ساتھ اگلا اصول متصل ہے، اور وہ ہے آزادیِ اظہارِ رائے۔ آزادیِ اظہارِ رائے مزید اصول کی متقاضی ہے، یعنی انسانی برابری اور رواداری کی۔ بنیادی انسانی حقوق، گو پہلے بھی فلسفے میں بیان ہوئے، مثلاً Humanism کی تحریک میں۔ تاہم اصلاً روشن خیالی نے بنیادی انسانی حقوق کو مربوط شکل میں پیش کیا۔ اس وجہ سے روشن خیالی نے مذہب اور مطلق العنانیت کے ستونوں کو ہلانا شروع کر دیا۔ روشن خیالی مذہب کے خلاف نہیں تھی، لیکن مذہبی آزادی کو بنیادی انسانی حقوق کا حصہ سمجھتی تھی اور مذہب کو بھی تنقید سے بالاتر نہیں مانتی تھی۔ مندرجہ بالا اصول اگلے مرحلے میں Separation of Power پر منتج ہوئے۔ Separation of Power کا اصول یہ کہتا ہے کہ ریاست کے اختیارات ایک دوسرے سے آزاد تین اداروں کے پاس ہونے چاہییں، کسی ایک ادارے کے پاس سارے اختیار بلکہ دو اختیار بھی جمع نہیں ہونے چاہییں، تا کہ طاقت کے غلط استعمال کی روک تھام کو ممکن بنایا جا سکے۔ ایک قانون ساز ادارہ، ایک

Immanuel Kant کا عکس

قانون نافذ کرنے والا ادارہ، اور ایک انصاف فراہم کرنے والا ادارہ۔ ان تین طاقتوں کی تقسیم پر جدید ریاست کا تصور کھڑا ہے۔ اور اس کے بغیر جمہوریت ناممکن ہے۔

Moral Philosophy یعنی فلسفۂ اخلاقیات پر بھی اس دور میں بہت کچھ لکھا گیا جس میں بہت سے دل چسپ اور مختلف النوع نظریات پائے جاتے ہیں۔ در اصل یہی فکری تحریک تھی جس نے جدید زندگی کی بنیادیں ڈالیں۔

اُسی دور میں جرمنی نے ادب میں بھی اپنے سب سے بڑے نام پیدا کیے۔ Johann Wolfgang von Goethe اور Friedrich Schiller نے اٹھارہویں صدی میں جرمن زبان کا کلاسیکی ادب تخلیق کیا۔ جس میں نظم و نثر دونوں شامل ہیں۔ فکری اعتبار سے Schiller اور Goethe دونوں کو روشن خیالی کی تحریک سے بھی جوڑا جاتا ہے۔ نہ صرف فکر اور تخیل کے اعتبار سے Goethe اور Schiller نے جرمن زبان کا اعلیٰ ادب تخلیق کیا بلکہ زبان و بیان کے اعتبار سے بھی انہیں وہ مقام حاصل ہے جو انگریزی میں شیکسپیئر کو حاصل ہے یا اردو میں میر و غالب کو۔ (جاری ہے)

حوالہ جات:

• Die kürzeste Geschichte Dutschlands, James Hawes, Ullstein 2019, Berlin
• Deutsche Geschichte, Dudenverlag 2020, Berlin
• Schlaglichter der deutschen Geschichte, Helmut M. Müller, bpb, Brockhaus 2002
• (Immanuel Kant. Was ist Aufklärung? In Utopie kreativ, Januar 2004)

(مرتبہ: مدبّر احمد خان)

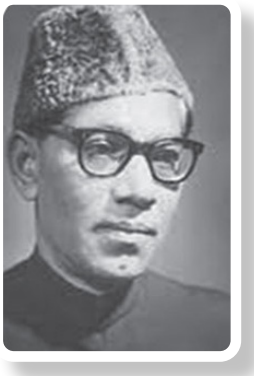

شاہد احمد دہلوی

# رسالہ ''ساقی'' کا پہلا اداریہ

## شاہد احمد دہلوی کی ایک تحریر

بنامِ شاہد نازک خیالاں
عزیزِ خاطرِ آشفتہ حالاں

اردو کو بہت پرانی زبان ہونے کا دعویٰ نہیں، مگر اس تھوڑی سی عمر میں اس نے اتنا عروج حاصل کیا اور اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کی مثال السنۂ عالم میں نہیں ملتی۔ اس کا اقبال و رواج فی الحقیقت قابلِ رَشک ہے۔ ہمارے ملک کی اور زبانوں کو اگر اس پر رشک آئے تو بجا مگر وہ اس سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتیں۔ جو حلاوت اور عذوبیت اور شیرینی اردو زبان میں ہے کسی زبان میں موجود نہیں۔ یہ وہ پودا ہے جس کو بادشاہوں نے اپنے خونِ جگر سے سینچا۔ امرا نے اس کی نشوونما کی اور ہندوستان کے مایہ نازاہلِ قلم نے اپنے رشحاتِ قلم سے اس کی آبیاری کی اور اب ہم یہ دیکھ کر خوش ہیں کہ وہ پودا جس نے کہ بادہائے مخالف کے سینکڑوں تھپیڑے سہے اور زمانے کے گرم و سرد کی لاکھوں خزائیں جھیلیں، آج ایک خوشنما درخت بن گیا ہے جس کے سایہ میں ہم بیٹھتے ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ اس کی بالیدگی کا حتی الامکان خیال رکھیں اور جہاں تک ہم سے ہو سکے اس کو زمانے کے مضر اثرات سے بچائیں۔ اردو ہماری زبان ہے اس لیے اس کی حفاظت ہمارے سب کاموں پر مقدّم ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کے ظلِ بابرکت کو اور وسعت دیں، یہاں تک کہ اگر ایک عالَم پر نہیں تو کم از کم ہندوستان ہی پر چھا جائے۔

زبان اردو کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے واضح ہو جائے گا کہ ہماری زبان اب تک ترقی کرتی رہی اور اب بھی شاہراہِ ترقی پر گامزن ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اب نہ تو دہلی کی خاک سے غالبؔ و ذوقؔ پیدا ہوتے ہیں اور نہ لکھنؤ کی ارض مینو سواد سے آتشؔ و ناسخؔ۔ مگر صرف ایک صدی پیشتر کی اردو کا مطالعہ کیجئے اور اس کا مقابلہ آج کی زبان سے کیجئے۔ ملک میں نہ یہ زبان تھی اور نہ یہ کتابیں جو کہ آج ہمیں میسر آ رہی ہیں۔ تاریخ، جغرافیہ، ہیئت، نجوم، فلسفہ، مذہب غرض تمام معقول و منقول علوم کی کتب ہمیں بافراط و بہ آسانی ملتی ہیں اور ان کی تعداد میں روز بروز نمایاں اضافہ ہو رہا ہے اور وہ زمانہ دور نہیں جبکہ ہم اپنی زبان کو ایک علمی زبان بھی کہہ سکیں گے۔

زمانہ حال ترقی کا زمانہ ہے۔ ہمارے خیالات بہ نسبت گزشتہ نسلوں کے زیادہ وسیع اور زیادہ کشادہ ہیں۔ خیالات کے اظہار کے لیے ضروری ہے کہ زبان ہو اور زبان بھی وہی جس میں ہمارے خیالات بہ آسانی منتقل ہوسکیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری زبان میں اور زبانوں کے خیالات کس قدر منتقل کئے جارہے ہیں۔ زبان اردو کی مثال ایک بچہ کی سی ہے کہ پہلے رینگتا ہے، پھر گھٹنوں چلتا ہے، پھر اپنے پیروں پر کھڑا ہوکر چلتا ہے اور پھر دوڑنے لگتا ہے، اسی طرح ہماری زبان نے بھی بتدریج ترقی کی ہے اور اپنے ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد اب تیزی کے ساتھ قدم اُٹھا رہی ہے۔

ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا دعویٰ قطعی باطل ہے جو کہتے ہیں کہ، ''ہمارا زمانہ اردو زبان کا دورِ انحطاط ہے''۔ اردو ترقی کر رہی ہے اور جوں جوں اردو بولنے والی نسلیں ترقی کرتی جائیں گی اور جیسے جیسے یہ نسلیں متمدن نسلوں میں شمار ہونے لگیں گی، ان کی زبان بھی ایک علمی زبان شمار کی جائے گی۔ اردو زبان ایک علمی زبان بن چلی ہے اور ایک نہ ایک دن کامل علمی زبان بن کر رہے گی۔...

کسی زبان کو ترقی دینے کے لیے رسالوں کا جاری کرنا بھی ایک عمدہ طریقہ ہے۔ اس میں جہاں جدوجہد ضروری ہے، وہاں قدر دانی بھی لازمی ہے۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے جرائد و رسائل جاری ہیں۔ نیویارک کی آبادی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ہر منٹ ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور ہر منٹ ایک موت ہوتی ہے۔ کم و بیش یہی ہمارے ملک کے رسالوں اور اخباروں کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر روز ایک اخبار یا رسالہ جاری ہوتا ہے اور ہر روز ایک بند ہو جاتا ہے۔

کسی اخبار یا رسالہ کا جاری رہنا یا بند ہو جانا اس کے حسن و قبح پر موقوف ہے۔ یہاں ''حسن و قبح'' کی تصریح و تشریح کر دینی مناسب ہے۔ حسن وہ جو کہ اردو بولنے والے افراد کے بڑے حصے کی نظروں میں حسن ہے۔ قبح بھی علیٰ ہذاالقیاس۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے ہاں کے ادبی مذاق کا معیار اس قدر گرا ہوا ہے کہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے العصر، ادیب، نقاد جیسے پایہ کے پرچے صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے اور جو بقیدِ حیات ہیں ان کی قلیل اشاعت کا رونا سنتے سنتے ہمارے کان پک گئے۔

(کتاب: دِلّی جو ایک شہر تھا صفحہ 233-237، مرتب فیاض رفعت)

https://www.rekhta.org/ebooks/dilli-jo-ek-shahar-tha-shahid-ahmad-dehlvi-ki-muntakhab-tahreeren-shahid-ahmed-dehlvi-ebooks?lang=ur

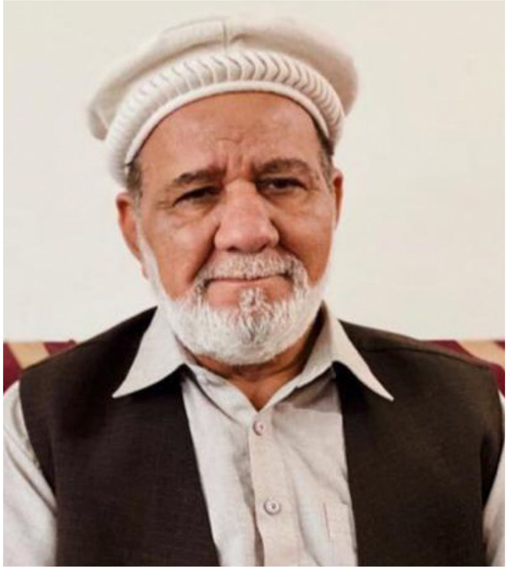

# ''یارقُدسی تُو سُوئے عدم چل دیا''

## مکرم عبدالکریم قدسیؔ صاحب کا ذکرِ خیر

مکرم عبدالکبیر قمر صاحب مربی سلسلہ

خاکسار کے والد مکرم عبدالکریم قدسی صاحب کی پیدائش کرتو ضلع شیخوپورہ پاکستان میں 6 جون 1948ء میں ہوئی۔ آپ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے والد میاں اللہ دتہ صاحب کے ذریعہ ہوا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قدسی صاحب کے بھائی مکرم عطاء الکریم مبشر صاحب کی وفات کے موقعہ پر اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''مرحوم کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد مکرم میاں اللہ دتہ صاحب کے ذریعہ آئی تھی جنہوں نے 1934ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور پھر احمدی ہونے کے بعد ساری زندگی وقف کی طرح گزاری۔ ہمیشہ تبلیغ کرتے رہے۔ بہت سے خاندان احمدی کیے اور ساری عمر وقف کی روح کے ساتھ جماعت کی خدمت کی۔... جماعت کے شاعر عبدالکریم قدسیؔ صاحب جو ہیں آپ ان کے بڑے بھائی تھے''۔

(الفضل انٹرنیشنل 20 دسمبر 2019ء صفحہ 9)

آپ کو ابتداء سے ہی ادب سے گہرا لگاؤ تھا۔ چنانچہ مطالعہ اور ادبی محفلوں نے آپ کے شعور اور صلاحیتوں کو جلا بخشی۔ آپ 1968ء میں بسلسلہ ملازمت آبائی گاؤں کرتو سے لاہور آئے۔ لاہور کی ادبی محفلوں اور مشاعروں سے آپ کی شاعری کو مزید نکھار آیا۔ نیز ساغرصدیقی، شرقی بن شائق، استاد دامن، واصف علی واصف، احسان دانش، اقبال صلاح الدین، بشیر منذر، ڈاکٹر رشید انور، یزدانی جالندھری جیسی ادب کی قد آور شخصیات کی صحبت سے آپ کی شاعری کو پختگی ملی۔ مکرم ثاقب زیروی صاحب کے مراسم بھی سب سے سوا تھے۔ بہت طویل عرصہ محترم ثاقب صاحب اور ہفت روزہ ''لاہور'' سے منسلک رہے۔

آپ کی تخلیقات ہفت روزہ لاہور، تخلیق، امروز، نوائے وقت، مشرق، مغربی پاکستان، تحریریں، مساوات، نصرت اور کئی پرچوں میں شائع ہوتی رہیں۔ اسی طرح پنجابی میں لہراں، پنجابی ادب، سویرا انٹرنیشنل، میری بولی میرا دھرم، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے متعدد گیت ریکارڈ ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ کی چند نظموں اور غزلوں کا منظوم ترجمہ بھی ہوا۔ ڈاکٹر جگتار نے پنجابی تصنیف ''سردل'' کا ترجمہ گرمکھی میں کیا۔ ادارہ لوک گیت پرکاش چندی گڑھ نے اسے 2007ء میں شائع کیا۔ چھٹی اور ساتویں کے نصاب میں آپ کی نظمیں شامل ہیں۔ یونیورسٹی آف ایجوکیشن لوئر مال کیمپس لاہور میں ایم اے اردو کا ایک مقالہ آپ کے شاعری کے حوالہ سے لکھا جا چکا ہے۔ آپ کی پنجابی کی دو کتابیں ''اپنے گھریں پروہنے'' اور ''برہوں کی رڑک'' کا گُرمکھی ایڈیشن انڈیا میں شائع ہو چکا ہے۔

آپ کی ادبی خدمات کے صلہ میں پاکستان میں آپ کو متعدد اعزازات سے نوازا گیا۔ جن میں پاکستان رائٹرز گلڈ ایوارڈ، مسعود کھدر پوش ایوارڈ، پاکستان ٹیلی ویژن لاہور (بہترین گیت نگار)، حرف نوا ایوارڈ (بہترین پنجابی غزل)، ساغرصدیقی ایوارڈ، علی ارشد میر ایوارڈ۔ شامل ہیں۔

ان سب دنیاوی اعزازات کے باوجود آپ اپنا سب سے قیمتی سرمایہ خلافت سے تعلق کو سمجھتے۔ آپ خود اپنی کتاب ''ہجرت بداماں زندگی'' میں لکھتے ہیں:

''اگرچہ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی اعزازات وایوارڈ سے بھی نوازا۔... تاہم میرے لئے جو بات باعثِ تفاخر ہے وہ ان دس کتب (وفات تک 15 کتب) کا منصۂ شہود پر آنا ہے۔ زندگی رہی تو یہ تعداد بڑھ بھی سکتی ہے تاہم کتنی بھی بڑھ جائے وہ ان فیوض وبرکات کی گرد کو بھی نہیں پہنچتی جو مجھے اور میرے خاندان کو خلافت سے مخلصانہ عشق ومحبّت کی وجہ سے عطا ہوئے ہیں۔ میرا ہی ایک شعر ہے کہ

خلافت کے ثمر میں اس قدر جھولی میں پاتا ہوں
کہ جب بھی گننے لگتا ہوں تو گنتی بھول جاتا ہوں''

خلافت سے والہانہ محبّت وفدائیت میں قدسی صاحب مرحوم ایک مثال تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ربوہ سے ہجرت کے بعد مرحوم کا جانا ربوہ ہوا تو اس موقع پر اپنے جذبات کو منظوم شکل میں ڈھالا۔ آپ کی یہ نظم خلافت سے آپ کے غیرمعمولی تعلق محبت وفدائیت پر گواہ ہے۔

مدّت کے بعد شہر کو دیکھا ترے بغیر
مجھ کو عجیب سا لگا ربوہ ترے بغیر

کس کام کی ہے دیدۂ بینا ترے بغیر
آتا نہیں نظر ہمیں رستہ ترے بغیر

احباب بھی تھے، دعوتوں کی رونقیں بھی تھیں
لیکن کہیں بھی لطف نہ آیا ترے بغیر

ہم گفتگو کے فن کو، سلیقے کو کیا کریں
ہوتے نہیں ہیں وا لب گویا ترے بغیر

خیراتِ حوصلہ کو ہے دامن ترس گیا
کس کو سنائیں درد کا قصّہ ترے بغیر

تیرے بغیر رونقِ بغدادِ دل کہاں
ویراں پڑا ہے فکر کا بصرہ ترے بغیر

لفظوں کا بانکپن ہو کہ لحنِ صریر ہو
چلتا نہیں ہے کوئی بھی سکّہ ترے بغیر

قدسیؔ مَیں سوچتا ہوں کہ اُترے گا کس طرح
اشکوں کی پچھلی فصل کا قرضہ ترے بغیر

آپ کو دیگر جماعتی خدمات کے علاوہ 30 سال تک جماعت احمدیہ رچنا ٹاؤن ضلع لاہور کے سیکرٹری مال رہنے کی بھی توفیق ملی۔ جماعت کے حوالے سے لکھے گئے آپ کے کلام پر مشتمل تصانیف کی تعداد 15 ہے جس میں خلافت احمدیہ اور احباب جماعت کے حوالہ سے کلام موجود ہے۔ آپ کا ایک غیر معمولی کلام قصیدہ یا عین فیض اللہ والعرفان کا منظوم اردو اور پنجابی ترجمہ ہے۔ اس کے علاوہ 313 درثمین کے اشعار کا پنجابی ترجمہ کیا۔ آپ کا کلام جماعتی تاریخ کو محفوظ کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ چنانچہ معروف جماعتی شخصیات کی وفات پر کلام آجاتا۔ اسی طرح جماعتی حوالہ سے کوئی غیر معمولی واقعہ ہوتا تو اسے بھی اشعار کی شکل میں محفوظ کر لیتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں آپ کو "جماعت کا شاعر" فرمایا۔ چنانچہ اس کے بعد سے آپ اپنے تعارف کے طور پر ہمیشہ یہی بات کہتے تھے کہ مَیں جماعت کا شاعر ہوں۔ اس کے علاوہ میرا کوئی تعارف نہیں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ فرمودہ 22 جنوری 1993ء میں یوں نوازشوں کی بارش ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ

"مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک احمدی رسالے میں ایک نوجوان احمدی شاعر کا ایک شعر پڑھا تھا۔ عبدالکریم قدسیؔ صاحب ان کا نام ہے۔ ان کا جو مقطع تھا وہ مجھے بہت ہی پسند آیا۔ وہ شعر یہ تھا۔

آ! تیرے بعد گلے ملنا ہی بھول گیا
آ! قدسیؔ کو سینے سے لگا پہلے کی طرح"

(روزنامہ الفضل 25 جنوری 1993ء صفحہ نمبر 2)

آپ کی وفات 9 نومبر 2023ء کو امریکہ میں ہوئی۔ 12 نومبر بعد از نماز ظہر نماز جنازہ اور 13 نومبر کو امریکہ میں ہی آپ کی تدفین ہوئی۔

آپ نے اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑے ہیں۔ ایک بیٹا مکرم عبدالقدیر صاحب اور دونوں بیٹیاں مکرمہ امۃ الحمید فیضان صاحبہ اہلیہ مکرم فیضان احمد صاحب اور مکرمہ قدسیہ کریم صاحبہ اہلیہ مکرم شہزاد احمد صاحب امریکہ میں ہوتے ہیں۔ دوسرا بیٹا مکرم عبدالکبیر قمر صاحب مربی سلسلہ، استاد جامعہ احمدیہ ربوہ پاکستان میں ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے تفصیلی حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"خلافت سے بے انتہا ان کا تعلق تھا۔ پھر اپنی اولاد اور اپنی نسل میں بھی اس تعلق کو منتقل کرنے کی انہوں نے کوشش کی۔ اور جیسا کہ میں نے کہا جماعت کے مشہور شاعر تھے اور اسی بات کو بڑا اعزاز سمجھتے تھے"۔

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 2023ء)

اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

## یار قدسی تُو سُوئے عدم چل دیا

یار قُدسی تُو سُوئے عدم چل دیا
دے کے ہم کو جدائی کا غم چل دیا

ہم نشیں تھا ہمارا تُو ہم راز تھا
ہر خوشی اور غم میں تُو دمساز تھا

تُو ہمیں ہم تجھے دل کی کہہ لیتے تھے
تلخ باتیں بھی لوگوں کی سہہ لیتے تھے

تُو سخن ور تھا از حد فصیح البیاں
تُو نے جو بھی کہا تھا وہ سادہ، رواں

تیرے گیتوں میں ہے زندگی کی لگن
اہلِ دل جن کو ہو جائیں سُن کے مگن

اہلِ پنجاب ہوں کہ وہ اہلِ زباں
تیرے اشعار کے ہیں سبھی قدر داں

دل کا شفّاف تُو نیک فطرت بھی تھا
پارسا بھی بہت پاک طینت بھی تھا

خاص جو زندگانی کی پہچان تھی
وہ خلافت سے تھی تیری وابستگی

روح تیری کو رحماں کی قُربت ملے
اور بلند از فردوس جنّت ملے

(پروفیسر مبارک احمد عابدؔ)

# بلانے والا ہے سب سے پیارا

## اعلانات وفات و دعائے مغفرت

### مکرم چودھری حفیظ اللہ باجوہ صاحب

مکرم چودھری حفیظ اللہ باجوہ صاحب ابن مکرم سلطان علی باجوہ صاحب مؤرخہ 3 نومبر 2023 بروز جمعۃ المبارک بعمر 72 سال HOMBURG SAAR میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا تعلق چک 37 جنوبی سرگودھا سے تھا۔ آپ 1977ء سے جرمنی میں مقیم تھے۔ابتداء میں آپ کو بطور قائد مجلس خدام الاحمدیہ خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ بعدازاں 40 سال اپنی جماعت کے صدر رہے۔ آپ نمازوں اور چندہ جات میں ہمیشہ باقاعدہ اور مالی قربانی میں پیش پیش رہے۔

آپ نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے، دو پوتے، ایک پوتی، ایک بھائی اور ایک ہمشیرہ سوگوار چھوڑے ہیں۔ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کی نہایت عمدہ رنگ میں تربیت کی۔ انہیں جماعت، خلافت اور خلیفہ وقت کا دل وجان سے وفادار بنایا۔ ان میں ڈاکٹر ضیاء الحبیب باجوہ صاحب میڈیسن ڈاکٹر بنے اور دوسرے بیٹے ڈاکٹر پروفیسر نداء الحبیب باجوہ صاحب پی ایچ ڈی سائیکالوجی ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ مؤرخہ 9 نومبر کو بعد نماز ظہر بیت السبوح میں ادا کی گئی جبکہ تدفین اگلے روز Landstuhl کے قبرستان میں ہوئی۔ (ضیاء الحبیب باجوہ)

### محترمہ نصیرہ بیگم صاحبہ

خاکسار کی والدہ محترمہ نصیرہ بیگم صاحبہ بنت مکرم محمد اسماعیل صاحب مؤرخہ 12 نومبر 2023ء کو بعمر 75 سال وفات پا گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جرمنی آنے سے قبل بحیثیت استانی ربوہ اور گردونواح کے سکولوں سے منسلک رہیں۔

1990ء میں جرمنی آ گئیں۔ 1996ء تا 1999ء بطور صدر لجنہ اماء اللہ Schlüchtern خدمت کی توفیق ملی۔ اس عرصہ کے دوران اولڈ ہومز کے دورہ جات کی توفیق پاتی رہیں۔ درجنوں بچوں کو قرآنِ کریم ناظرہ پڑھانے کی سعادت پائی۔ مالی قربانی اور دوسروں کی مدد کرنے میں پیش پیش رہتی تھیں۔ افریقہ میں ہیومینٹی فرسٹ کے توسط سے واٹر پمپ لگوانے کی توفیق بھی پائی۔ وصیت کے بابرکت نظام میں شامل تھیں۔

مرحومہ نے پسماندگان میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ ایک بیٹی ادارہ 'النصرت' میں جبکہ ایک بیٹی عائشہ دینیات اکیڈمی میں خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ مرحومہ کی نماز جنازہ مؤرخہ 16 نومبر کو بیت السبوح فرانکفرٹ میں مکرم صداقت احمد صاحب مبلغ انچارج جرمنی نے بعد نماز مغرب پڑھائی اور تدفین اگلے روز فرانکفرٹ کے جنوبی قبرستان میں ہوئی۔

(نور احمد جماعت Schlüchtern)

### مکرم سعید احمد بھٹی صاحب

خاکسار کے ابّاجان مکرم سعید احمد بھٹی صاحب ابن مکرم احمد خاں بھٹی صاحب مؤرخہ 18 اکتوبر 2023ء بروز بدھ بعمر 83 سال وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا آبائی تعلق چک 37 جنوبی ضلع سرگودھا سے تھا۔ گزشتہ 2 سال سے آپ جرمنی میں مقیم تھے۔ آپ تہجد گزار اور پنجوقتہ نماز کے پابند تھے۔ بہت ملنسار اور اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ آپ نے پسماندگان میں تین بیٹے اور ایک بیٹی سوگوار چھوڑے ہیں۔

آپ کی نماز جنازہ مؤرخہ 19 اکتوبر بروز جمعرات بیت السبوح میں پڑھائی گئی اور تدفین اگلے روز Klein Karben کے قبرستان میں ہوئی۔

(شفاعت احمد بھٹی۔ ہیمبرگ حلقہ Heimfeld)

### محترمہ منیرہ باجوہ صاحبہ

خاکسار کی والدہ محترمہ منیرہ باجوہ صاحبہ اہلیہ عبید اللہ باجوہ صاحب مرحوم مؤرخہ 18 نومبر 2023ء بروز ہفتہ بعمر 75 سال Obertshausen میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ 12 اپریل 1948ء کو پاکستان کے شہر سرگودھا میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد محمد شریف باجوہ صاحب تھے۔ 1986ء میں آپ اپنی فیملی کے ہمراہ جرمنی آ گئیں۔ جرمنی میں آپ کو مختلف جماعتی خدمات کی توفیق ملتی رہی۔ آپ جماعت اوفن باخ کی پہلی صدر لجنہ اماء اللہ تھیں۔ اسی طرح آپ جماعت اوبرٹزہاؤزن اور ریجن Main-Franken کی بھی صدر لجنہ رہیں۔ مرکزی سطح پر آپ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ جرمنی کی حیثیت سے بھی خدمات بجا لاتی رہیں۔ آپ کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت مسجد بیت الجامع اوفن باخ کی سنگِ بنیاد کے موقع پر اینٹ رکھنے کی اجازت بھی دی۔ آپ بہت نیک، خوش اخلاق اور ملنسار خاتون تھیں۔ آپ محترم نسیم احمد باجوہ صاحب مربی سلسلہ مسجد بیت الفتوح لندن کی ہمشیرہ تھیں۔

آپ کی نماز جنازہ مؤرخہ 22 نومبر کو بعد نماز عشاء بیت الجامع اوفن باخ میں ادا کی گئی اور تدفین اگلے روز Süd-Friedhof Frankfurt میں ہوئی۔ آپ نے پسماندگان میں سات بچے چھوڑے ہیں۔

(انس احمد باجوہ)

### محترمہ عشرت بی بی صاحبہ

خاکسار کی اہلیہ محترمہ عشرت بی بی صاحبہ مؤرخہ 17 نومبر 2023ء کو بعمر 48 سال بقضائے الٰہی وفات پا گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ اپنے افراد خانہ کے ساتھ 2017ء میں جرمنی آئیں اور یہاں کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہو گئیں۔ آپ نے اس مرض کا بڑی ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا۔

پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحومہ کی نماز جنازہ 23 نومبر کو ناصر باغ گروس گیراؤ میں ادا کی گئی اور تدفین Friedhof Gross Gerau Nord میں ہوئی۔

(عبدالقدیر احمد، الفضل سوئٹس گروس گیراؤ)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے، آمین

# ایک بابرکت الٰہی تحریک

## وَقفِ جدید

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 27 دسمبر 1957ء کو وقف جدید کے قیام کا اعلان فرمایا اور اس بابرکت الٰہی تحریک کی اہمیت اپنے ایک خصوصی پیغام میں اس طرح سے بیان فرمائی:

''یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے۔ اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں، کپڑے بیچنے پڑیں۔ مَیں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا۔ اگر جماعت کا ایک فرد بھی میرا ساتھ نہ دے۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کر دے گا جو میرا ساتھ نہیں دے رہے، اور میری مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اتارے گا''۔

(الفضل 7 جنوری 1958ء صفحہ 1)

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب جماعت نے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کیں اور اب تک پیش کرتے چلے جا رہے ہیں، الحمدللہ۔ ان قربانیوں کے شیریں ثمرات ایشیا و افریقہ کے دور دراز پسماندہ علاقوں میں تعلیم و تربیت اور دعوت الیٰ اللہ کی صورت میں مل رہے ہیں۔ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جماعت کے بڑی تیزی سے ترقی کی طرف قدم بڑھ رہے ہیں اور اس لحاظ سے ضروریات بھی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہیں ...... ہمیں اس طرف توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے تاکہ ہم بھی ان مالی قربانیوں میں حصہ لے کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے افراد جماعت پر بھی انفرادی طور پر بہت فضل ہو رہے ہیں اس لیے ہمیشہ کی طرح اپنی قربانیوں کی طرف بھی خاص توجہ رکھیں تاکہ جو کمزور جماعتیں ہیں ہم ان کی مدد کر سکیں۔ ہندوستان کی نئی جماعتیں بھی ہیں اور افریقہ کی جماعتیں بھی ہیں جو بہت معمولی مالی وسعت رکھتی ہیں گو کہ قربانی کی کوشش کرتی ہیں لیکن جتنی بھی ان کی وسعت ہے اس کے لحاظ سے، اپنے حالات کے لحاظ سے۔ تو ان کی مدد کرنے کے لئے تربیت و تبلیغ کے لئے ان کی قربانیوں میں جو کمی رہ گئی ہے اس کو پورا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے اس لیے بیرونی جماعتیں یا ان مغربی ملکوں کی جماعتیں جن کی کرنسی مضبوط ہے انہیں خدمت دین اور دین کی مدد کے جذبے کے تحت ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے چلے جانا چاہیے''۔ (خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 10، خطبہ جمعہ 12 جنوری 2007ء)

ماہ دسمبر وقفِ جدید کے مالی سال کا آخری مہینہ ہے۔ ان ایّام میں احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اپنے وعدوں کی ادائیگیوں کا جائزہ لے کر انہیں پورا کرنے کی بھرپور کوشش کریں، جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

Monthly
Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA
VOL 24 | ISSUE 12 | DECEMBER 2023
ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir
PUBLISHER: SHOBA ISHAAT JAMAAT AHMADIYYA GERMANY PRINTER: RANA PRINT, HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de